جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ مطبوعات عصمت نمبر ۷۰

آئینہ جمال

محترمہ ملقبیس خاتون صاحبہ جمال بریلوی

نامہ نگار رسالہ عصمت دہلی

جسے

رازق الخیری مالک عصمت بک ایجنسی دہلی نے

بعد اخذ حق اشاعت دائمی

پہلی مرتبہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۳ء

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت بارہ آنہ ۱۲/

ہندوستانی صحافت میں عصمت کا درجہ

ہندوستان کے چند مشہور اخبارات و رسائل کے الفاظ میں

عصمت کے تمام مضامین مفید و دلچسپ ہوتے ہیں بہترین قسم کا لٹریچر فراہم کرتا ہے۔
یہ رسالہ ہے جو بیس سال سے نسوانی ترقی اور بہبودی کے لیے [illegible] ہے۔ — بمبئی کرانیکل

عصمت یورپ کے اعلیٰ درجہ کے رسائل [illegible] — [illegible]

اس رسالہ [illegible] — [illegible]

عصمت بہت قابلیت کے ساتھ ۲۰ سال سے شائع کیا جا رہا ہے" — انڈین میل

عصمت ہندوستان بھر کے تمام زنانہ رسالوں کا سرتاج ہے" — ہمدرد

عصمت اپنے وقت کا بہترین زنانہ رسالہ ہے" — مدینہ

عصمت ترقی نسواں کے لیے نہایت قیمتی خدمات انجام دے رہا ہے" — سیاست

عصمت کے ادبی مضامین کا معیار بلند ہے۔ — ہمایوں

عصمت ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے" — نسائی

عصمت تمام زنانہ رسائل میں اول ہے" — درویش

عصمت صنف نازک کی نہایت بیش بہا خدمات انجام دے رہا ہے مستورات کیلئے نایاب رسالہ ہے — اردو اخبار

عصمت ممتاز زنانہ رسالوں میں سب سے اول گنا جاتا ہے — کشمیر

عصمت مسلمان خواتین کی نہایت شاندار خدمات ۲۰ سال سے انجام دے رہا ہے — پیشوا

عصمت ادبی خوبیوں کے لحاظ سے نسوانی رسائل میں چوٹی کا پرچہ تسلیم کیا جاتا ہے — الخلیل

عصمت صوری و معنوی ہر اعتبار سے شریف خاتونوں کے ہاتھ میں جانے کے قابل ہے — دکن ریویو

عصمت اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے" — [illegible]

عصمت پابندیٔ وقت نہایت حسین اور بہت دلچسپ و مفید رسالہ ہے — وکیل

عصمت بہت مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر چکا ہے اور پابندیٔ وقت کیلئے ضرب المثل ہو — نظام المشا[illegible]

عصمت عام زنانہ رسالوں کی طرح خرافات مضامین کا مجموعہ نہیں ہے اس کے مضامین
حقیقتاً مفید ہوتے ہیں۔ — ملت

عصمت ہندوستان کے زنانہ پرچوں میں ایک امتیازی خصوصیت اور اعلیٰ شان رکھتا ہے عصمت
ہر لحاظ سے ایک معجزہ سے کم نہیں۔ — سفینۂ نسواں

عصمت تمام زنانہ پرچوں میں قابل اعتماد پرچہ ہے — اودھ پنچ

عصمت عورتوں کے لیے نہایت مفید مضامین شائع کرتا ہے — زمانہ

عصمت کا سالانہ چندہ پانچ روپے [illegible] — منیجر عصمت

باب اوّل

جذباتِ پریشاں

بلقیس جمال بریلوی

فہرست مضامین باب اوّل

آوازِ دل

جلوہ گر ذرات میں ہے برق افزائی تری — شعلۂ قطرات میں ہے آئینہ سائی تری
بحرِ موجودات میں ہے موج فرمائی تری — ہر جمالِ نازنیں ہے جلوہ آرائی تری

دلِ ہر دل میں قطرۂ خونِ دلِ بسمل ہے تو
روشنی ہو دل میں اور آنکھوں میں میری تاب ہے تو

چشمِ حسرت خیز میں تو شعلۂ برقِ طپاں — قلبِ حسرت ناز میں تو اضطرابِ گراں
آہِ خونیں میں اسیرِ اشکِ موج خیزِ خوں چکاں — نالۂ دل در زمیں سنبھے ہوئے دل کا دھواں

کس قدر حیرت فزا ہے جلوہ پیرائی تری
حیرتِ خاموش ہے تسکین آرائی تری

جب دلِ خاموش میں پیدا ہوئی کچھ جستجو — ایک مشتِ خاک کی اتنی بڑھائی آبرو
شمعِ ایمن بن کے چمکا اک چراغِ آرزو — بن گیا انساں کا دل دیوانۂ ذوقِ نمو

آئینہ بن کر دلِ انساں محیّر ہو گیا
قلبِ بے حس صورتِ تصویر ششدر ہو گیا

اس محیّر آئینہ میں چھپ گئی اک روشنی — اس شکستہ شیشۂ انساں میں اک برقِ خفی
چپکے چپکے خود بخود آہستہ آہستہ آ گئی — دل کو بینائی ملی اور آنکھ کو حیرت ہوئی

ماہِ ایمن ظلمتِ انساں میں مخفی ہو گیا
ذرہ ذرہ قلبِ انسانی کا نورانی ہوا

دل میں چھپ کر چشمِ ظاہر سے نہاں رہتا ہے تو — پردۂ امید میں جادو فشاں رہتا ہے تو
چھپ گیا نظروں سے سینہ میں رواں رہتا ہے تو — ابرِ آبِ اشک میں برقِ طپاں رہتا ہے تو

یہ مجازی آنکھ تیری دید سے مایوس ہے
دل ہمارا خود بخود تجھ سے مگر مانوس ہے

آ۔ مرا یمن ذرا جلووں کو کر دے بے نقاب — چشم مخفی سے ہٹا دے پردۂ رنگِ حجاب
پھر اٹھا دے روئے تاباں سے یہ نورانی نقاب — پھر دلِ بیتاب کو میرے بنا دے کامیاب

یہ دلِ بے تاب دستِ شوق میں آوارہ ہے
سینۂ خاموش ارمانوں کا اک گہوارہ ہے

یہ شبِ خاموش وحشت اور یہ تاروں کا سماں — یہ سیاہی رات کی یہ مضطرب دل کا دھواں
صورتِ امید آوارہ ہے قلبِ سرگراں — سجدۂ صد آرزو سے آنکھ ہے برقِ طپاں

پھر چمک اے شعلۂ دل چشم گوہربار میں
پھر تبسم خیز ہو لیسنے دل بیمار میں

عرضِ مدعا

تو کیفِ بیخودی ہے وجدانِ زندگی ہے
ہر پھول کی کلی ہے آنکھوں میں روشنی ہے

تو حسنِ زندگی ہے تاروں میں روشنی ہے
ذروں میں تازگی ہے گُل کی شگفتگی ہے

تو دل کا مدعا ہے آنکھوں کی تو ضیا ہے
غربت کا آسرا ہے غمگین کی دعا ہے

جب ڈوبتی ہو کشتی ارمان و آرزو کی
سنتا ہے آہ تو ہی اک دردمند دل کی

میں ایک غم نظر ہوں مجبور خستہ تر ہوں
مجروح و غم اثر ہوں ہر وقت چشم تر ہوں

کچھ میری التجا ہے کچھ میرا مدعا ہے
کچھ تجھ سے آسرا ہے تجھ سے مری دعا ہے

خاموش سننے والے میری دعا کے نغمے
سن کر قبول کر لے پیغام آرزو کے

وہ دل مجھے عطا ہو جو درد سے بھرا ہو
جو قوم پر فدا ہو جو مقصدِ وفا ہو

کچھ دل میں روشنی دے سامانِ زندگی دے
جذبوں میں تازگی دے اک شمعِ زندگی دے

ٹپکے جو اشکِ مضطر قربان ہو وطن پر
آئے جو آہ لب پر ہو شعلہ بار یکسر

ہو دل میں وہ حرارت ہو جس میں سوزِ ملت
سینہ ہو شامِ حسرت ہوں داغ شمعِ غربت

دے درسِ زندگانی پیغام نوحہ خوانی
یہ عہدِ زندگانی ہو یاس کی کہانی

حبِ وطن کا نغمہ ہو ہر نفس سے پیدا
یا رب دلِ شکستہ ہو ساغرِ محبت
ہو حال زار میرا ایک شامِ یاس صبح
حالِ جمالِ خستہ ہے سائلِ تمنا

تخلیق کائنات

(طرح) طفیل سرورِ عالم ہوا سارا جہاں پیدا
ہوا اک جلوہ رخسار سے مہرِ طپاں پیدا
جبینِ نور کی تابش سے ماہِ ضو فشاں پیدا
شمیم زلف سے کی نکہتِ باغِ جناں پیدا
ہوئی روئے نگاریں سے بہارِ بوستاں پیدا
ہوئی عکسِ خمِ ابرو سے تیغ ضو فشاں پیدا
ہوئے مژگاں کی جنبش سے خدنگِ خونچکاں پیدا
شفق پیدا ہوئی سرخیٔ لب ہائے درخشاں سے
دُرِ دنداں کی تابش سے منور بجلیاں پیدا
نگاہ مست کے جلووں سے پیدا چشمۂ کوثر
ہوا اک پرتوِ قامت سے گلزارِ جناں پیدا
ہوا سرو چراغاں جنبشِ انگشت سے پیدا
ہوا اک عکسِ ناخن سے ہلالِ ضو فشاں پیدا
عطا گفتار نے نغمے کئے منقارِ بلبل کو
ہوا اک جنبشِ رفتار سے سروِ رواں پیدا
ہوئے تارے نمایاں آسماں پر اشکِ توبہ سے
ہوئے آنسو جو یکجا ہو گئی اک کہکشاں پیدا
سخن پیدا ہوا بہرِ ثنائے سرورِ بطحا
ہوئی بہرِ ثنا سنجی جمالؔ مدح خواں پیدا

ماہِ عرب

کی درگاہ میں

(مستزاد)

اے حسنِ عجب ۔ اے جلوۂ رب ۔ اے ماہِ عرب ، اے مہرِ عجم
اے کانِ صفا ۔ اے جانِ سخا ۔ اے شانِ وفا ، اے ابرِ کرم
اے نورِ ہدیٰ اے صلی علیٰ ۔ اے شمس ضحیٰ ، اے شاہِ اُمم
اے بوئے رواں ، خوشبوئے نہاں ، جادوئے عیاں اے شمعِ حرم
تنویر جبیں ۔ خورشید مبیں ۔ تقدیس حسیں ۔ تنویر قدم
اے لمعۂ دل ، اے شعشۂ دل اے شعلۂ دل اے ماہ شیم
اے نکہتِ گل ، اے سرخیٔ گل ، اے ختمِ رسل تنویر حرم
اے شاہِ چمن ، اے ماہِ وطن ، تسکینِ محن اے مرہمِ غم
کھول آنکھ ذرا ، اے شاہ وفا ، کر ہوش ذرا اے شمعِ عجم
لے آکے خبر ، اے شاہ بشر ، رکھ مرہم تر اے چارۂ غم
سن شاہِ جہاں ، امت کی فغاں ، ملت کے بیاں صد نالۂ غم
دیکھ آکے یہاں ، حسرت کے سماں ، ہیں اشک رواں اک سلک الم
اب آنکھ اٹھا ، اے شمعِ ہدیٰ ، کر چارہ ذرا ۔ سلطانِ امم
ہیں زخم جگر خونابہ تر ہیں اشک نظر برسات ستم
ہے دل میں نہاں شعلوں کا دھواں ، آنکھوں کا سماں اک شبنمِ غم
حالت ہے زبوں ، اشکوں میں ہے خوں ۔ سینہ میں جنوں دل خارِ الم

مجبورِ الم، پابندِ ستم، پروردۂ غم　　بے تابِ الم
پابند جفا محروم قضا نے دست نہ پایا　　محبوسِ ستم
کیا کیا نہ سہا امت نے شہا عالم کی جفا　　دنیا کے ستم
اب زخم جگر چھلکے ہیں مگر ہے نالہ بسر　　اب بخت دژم
آنسو ہیں رواں ہے لب پہ فغاں خوننابہ چکاں　　ہے چشمِ الم
آ اب تو شہا کر چارہ ذرا پھر دل کے مٹا　　یہ دردِ الم
دنیا کو دکھا وہ روئے ضیا چمکا دے ذرا　　یہ خانۂ غم

پیام تمنا

بادِ صبا کے جھونکو　　گر مصدرِ طرب ہو
موجِ نسیم خوش رو　　گر مائلِ ادب ہو
رنگین ہوا کی موجو　　گر عازمِ عرب ہو

میں ایک مضطرب ہوں　　بیگانۂ چمن ہوں
اک برق ملتہب ہوں　　دیوانۂ محن ہوں
اک سوز مضطرب ہوں　　اک شمعِ انجمن ہوں

یہ نغمۂ تمنا　　لیجاؤ سوئے طیبہ
یہ ہدیۂ تمنا　　لیجاؤ سمت بطحا
یہ نالۂ تمنا　　لیجاؤ تا مدینہ

دل کی الم نصیبی　　حرفِ گداز ہو کر
جذبات کی اداسی　　حسرت طراز ہو کر
آنکھوں کی اشک ریزی　　شبنم نواز ہو کر

اے ماہ زندگانی　　اے شہر یارِ یثرب
اے حسنِ غیر فانی　　اے تاجدارِ یثرب
اے سیفِ کامرانی　　اے گل عذارِ یثرب

ہے محو یادِ بطحا　　وقفِ خیالِ طیبہ
افسانۂ تمنا　　پروانۂ تجلی
ہر وقت یاس آرا　　ہر لحظہ درد افزا

ہنستی ہیں شوخ کلیاں — ہنگام صبح عشرت
لاتی ہیں نرم بوندیں — بوئے شراب وحدت
گاتی ہیں پیاری چڑیاں — افسانۂ محبت

*

ہوتا ہے دل پہ طاری — اک نشۂ نہانی
آنکھوں میں ہے جھلکتی — امید کامرانی
ہوتا ہے دل میں مخفی — اک ذوق سر گرانی

*

بوندیں ٹپک ٹپک کر — کلیوں کو چھیڑتی ہیں
کلیاں مسک مسک کر — گوہر بکھیرتی ہیں
موجیں چھلک چھلک کر — دامن سکیڑتی ہیں

*

ہوتا ہے دل کا عالم — اک خواب صد تمنا
جذبات قلب برہم — ہوتے ہیں درد افزا
ذوق نیاز پیہم — ہوتا ہے جلوہ آرا

*

اٹھتی ہیں جب فلک پر — جادو بھری گھٹائیں
ہوتی ہیں مست منظر — بھیگی ہوئی فضائیں
گاتی ہیں شعر مضطر — مچلی ہوئی ہوائیں

*

دل کی الم نصیبی — ہوتی ہے یاس پرور

آنکھوں کی اشک ریزی — شبنم فریب ہو کر
لیتی ہے دل میں چٹکی — کرتی ہے قلب مضطر

*

کوئل پکارتی ہے — جنگل کی خامشی میں
پتوں میں چھپ گئی ہے — دھندلی سی چاندنی میں
شکوے سنا رہی ہے — کو کو کی بانسری میں

*

دل یاس آفریں ہے — جذبات غم اثر ہیں
پتلی الم نشیں ہے — مژگاں سر اشک تر ہیں
ہر جذب دل حزیں ہے — سوزش سے پُر شرر ہیں

*

جب چاندنی کی لہریں — موجوں سے کھیلتی ہیں
شبنم نصیب کلیں — کوثر انڈیلتی ہیں
تاروں کی مست آنکھیں — پھولوں سے کھیلتی ہیں

*

آنسو کے نرم قطرے — گرتے ہیں بے تحاشا
آنکھوں کے آہ چشمے — ہوتے ہیں موج افزا
زخموں کے سرخ غنچے — ہوتے ہیں اشک پیما

*

آتا ہے لب پہ نالہ — ہوتی ہے آہ سوزاں
اشکوں کا ایک قطرہ — ہوتا ہے زیب مژگاں

دل میں صدائے خفتہ ہوتی ہی کچھ پریشاں — اے آرزوئے ہستی اے نکہتِ یگانہ
—————— — بلوائے مجھے بھی بر سنگِ آستانہ
اے شمعِ زندگانی اے لعبتِ زمانہ — ——————

ردائے زہرا

دیکھ! آنکھیں کھولکر سوئے ردائے فاطمہ — پارہ پارہ چادرِ عسرت نمائے فاطمہ
ملکۂ اسلام، اور یہ شوکت "تاج ردا" — اک شکستہ چادر کھدر میں "بنتِ مصطفےٰ"
جابجا بخیہ گری ہی سیونیں ہر چار سو — جس طرح صد پارہ ہائے غنچہ سیتے ہیں رفو
سیتے سیتے سو عدد پیوند باہم ہیں جڑے — سخت تر کھدر کے ٹکڑے وصل یعنی ہو گئے
اک شکستہ ابر کے ٹکڑے میں ماہ زندگی — اک پھٹے بادل میں پنہاں آفتابِ روشنی
گوہرِ معنی دریدہ درج میں مستور ہے — اخترِ امید پنہان شبِ دیجور ہے
"نکہت ملت" ہے پابند گل صد پارہ تر — پارہ پارہ برگ پژمردہ میں شبنم کے گہر
ہے دریدہ پردۂ اختر میں نور زندگی — موج ہائے چاک داماں میں "کنول کی اک کلی"
فاطمہ سی پارہ چادر میں ہیں کھدر بدوش — ٹکڑہ پیوند ہیں باہم دگر جلوہ فروش
باہزاراں سعی ہی جسم مطہر پردہ پوش — سخت مشکل سے ردائے مختصر ہی زیب دوش
آہ ان پیوند ہائے خستہ میں ماہ جہاں — کھدری ملبوس میں شہزادی شہزادیاں
سینکڑوں دینار و درہم راہ حق میں دے دیئے — اور دریدہ پیرہن میں فاطمہ پہنے ہوئے
بیسیوں بھوکوں کو اس عرصہ میں کھانا دیدیا — خشک لب دو دن سے فاقہ کش ہیں بنت مصطفےٰ
بیگم ملت کی زینت سخت تر کھدر سے دیکھ — ملکۂ عالم کی چادر دیدۂ مقطر سے دیکھ

آئینۂ جمال از جمالِ بلقیس خاتون

زندہ باش اے روحِ مردہ قوم میں بیدار ہو | اے مہِ پژمردہ ملت تجلی کار ہو

دخترِ ہندوستان! پھر گوش بر آواز ہو | حجلۂ ہندی میں پھر بیدار خوابِ ناز ہو

کھول آنکھیں نورِ امید فضائے صبح میں | جاگ اٹھ بانگِ اذان ہوش زائے صبح میں

کیوں فضائے زندگی میں غنچۂ رنگین ہے تو | پردۂ ہستی پہ رنگِ عنصرِ شیریں ہے تو

کیوں ہے تو جانِ نزاکت حسنِ صد ناز و ادا | کیوں ہے تو جنسِ لطیف و نازنین و دلربا

کیوں ترے ملبوس زریں ہیں بہارِ زندگی | کیوں ترے اعمالِ رنگیں ہیں سرورِ صد خودی

کیوں تری زلفوں سے یوں بوئے خودی آنے لگی | کیوں بہارِ نفس تیری روح پہ چھانے لگی

نشۂ دولت سے کیوں مدہوشیاں طاری ہوئیں | کیوں تغافل بار لہریں قلب پر جاری ہوئیں

نازنیں ملبوس نازک جسم نازک زندگی | سر سے پا تک جھلملاتے موتیوں کی روشنی

صد مرصع زیوراتِ شوخ و چہ زندگی | دولتِ افغانی پہ دیوانہ ہے فانی زندگی

دخترِ ملت! یہ رنگین زندگانی تابکے | یہ سرورِ عیشِ صبحِ کامرانی تابکے

غفلتیں کب تک تغافل خیزیاں ہیں تابکجا | نیند کب تک اور خواب انگیزیاں ہیں تابکجا

ڈال اک چشمِ بصیرت بر حیاتِ فاطمہ | درس افزا کس قدر ہے حسنِ ذاتِ فاطمہ

ہو ردائے ملکۂ ملت دریدہ چوں کتاں | اور ترے جسم پہ کاشی کی زریں سایاں

اس طرح ہوں فاقہ کش شہزادیٔ شہزادیاں | اور تو لذت کشِ صد نعمتِ خوانِ جہاں

دخترِ ملت! یہ کیفِ زندگانی بھول جا | یہ نشاطِ بے کراں دورِ فانی بھول جا

اے گلِ سکون! سکونِ کامرانی بھول جا | اس چمن میں یہ بہارِ نوجوانی بھول جا

فصلِ گل میں واقفِ حالِ لبِ فریاد ہو | مرہمِ زخمِ دلِ مجروحِ صد بیداد ہو

زندۂ جاوید بن نقشِ فنائے دہر میں | ناخنِ تدبیر بن مشکل سرائے دہر میں

بن جہاں میں پرتوِ نورِ جمالِ فاطمہ رضؓ | ہو فضائے دہر میں پیروِ آلِ فاطمہ رضؓ

ہلال عید سے

اے ہلال عید اے برق مسرت درکنار — اے پیام صد نشاط حسرت قلب نزار
اے مسرت آفریں آئینہ چشم حسین — اے نگاہ نازنیں جلوۂ پردہ نشین
اے تبسم آفریں خندہ شاہ چمن — اے لب احمر تراش جلوۂ ماہ سخن
جلوہ پنہاں کا اک نازک سا آئینہ ہو تو — نقش پائے نازنیں لیلیٰ سینا ہے تو
بادہ عرفان کا عکس ساغر مخمور ہو — یا تبسم گوں لب حسن نگار طور ہے
ناخن باریک تر ہے حور اسلامی کا تو — جلوۂ شعلہ نظر ہے نور اسلامی کا تو
اک جبین نور افشاں نگار شام ہے — اک لب احمر تراش زہرۂ اسلام ہو
مٹ گئے دیدار سے تیرے دل غمگین کے درد — ہو گئے رنگین گل فردوس یہ نغمہ ہائے زرد
تو نے رمز قلب محزوں آشکارا کر دئے — راز ہائے آرزو پردہ سے بے پردہ کئے
تجھ سے روح مضطرب کچھ مطمئن ہونے لگی — دل میں اک تحریک جوش خفتہ پھر پیدا ہوئی
آنکھ میں دور گذشتہ کے تماشے پھر گئے — پھر مری آنکھوں سے دو قطرات اشک تر گرے
ہائے وہ فصل بہار گلشن ملت کا جوش — جبکہ ہر ذرہ تھا پیغام نوید گل فروش
سیف خالد سے فضائیں بجلیاں دوش تھیں — حلم عثمانی سے گھڑیاں نور در آغوش تھیں
چتون فاروق تیغ نیر اسلام تھی — سطوت جوش علی تنویر کا پیغام تھی
بارک اللہ لب پہ کس کا نام یہ آنے لگا — جو کشش پنہاں سے تار زیست تھرانے لگا
میرے لب ہائے کثیف و ذکر شاہ مرسلیں — ہر نگہ رنگ تصور سے لگی ہونے حسین
اس مکمل ذات انسانی کا حسن زندگی — اس کے اشغال منزہ کی خیالی روشنی
اس کے حالات منور کی ضیا ر نور پاش — اس کے طرز زندگانی کا خیال دل خراش

اے ہلال عید کب تک داستان دل کہوں
دور حاضر کی شکایت تا کجے تجھ سے کروں

دل کے زخموں کو نہ میرے چھیڑ اے نازک ہلال
یاد ماضی سے نہ کر تو مضطرب اب میرا حال

تو بھی ہو مایوس حسرت تیرے جلوے بھی اداس
پر تو بھی نظر آتا ہے اک تصویر یاس

اب ترا کوئی پرستار محبت ہے نہیں
اب کوئی تصویر اسلامی مسرت ہی نہیں

اب وہ رمضان کی سحرہائے درخشاں ہی نہیں
اب وہ لیل القدر کی پرنور گھڑیاں ہی نہیں

صبح شام عید کی وہ عشرتیں گم ہوگئیں
اے ہلال عید وہ پرکیف گھڑیاں کھوگئیں

سیف پر تیری درخشاں اک مٹا سا نام ہے
تو جہاں میں یادگار شوکت اسلام ہے



بچپن کی یاد میں

کیا ہوئے طفلی کے میرے آہ وہ لیل و نہار
ہم نوا وہ نغمہائے سازِ طفلی کیا ہوئے
آہ وہ ایام ماضی آہ وہ دورِ بہار
آہ وہ چڑیوں کا شاخوں پر خوشی سے جھولنا
اُف وہ بلبل کی صدائیں بر سرِ دوشِ بہار
آبجوؤں کی روانی وار بار رفتار وہ
اُف وہ چڑیوں کا چہکنا جانفزا چہکار وہ
آہ فواروں کا وہ سیمیں تقاطر آہ آہ
آہ وہ برسات کی سبزہ بدوشی کیا ہوئی
پیاری طفلی آہ میں تجھ کو کروں کس جا تلاش
پیاری طفلی تجھ کو میں ڈھونڈھوں کہاں بتلا مجھے
پیاری طفلی آہ تو رنگیں بہاروں میں نہیں
چشمِ نرگس میں نہیں تو زلفِ سنبل میں نہیں
شمعِ محفل میں نہیں پروانہ کے پر میں نہیں
مہرِ تاباں میں نہیں تو مہ کے ہالے میں نہیں
تو نہیں پنہاں شفق میں بادلوں میں تو نہیں
پیاری طفلی تو گئی مجھ کو کیا نذرِ الم
یاد میں تیری نہیں ہے کل کسی صورت مجھے

کیا ہوئی بچپن کی میرے آہ وہ رنگیں بہار
آہ وہ ایام بے فکری جہالی کیا ہوئے
آہ وہ دلچسپ گھڑیاں آہ وہ لیل و نہار
آہ وہ ساون کی راتوں کا ترنم جاں فزا
وہ لبِ گل پر تبسم کا جھلکنا بار بار
آبشاروں کا ترنم نقرئی جھنکار وہ
گل فروشی و گل بدوشی و گل بکف گلزار وہ
وہ نسیمِ صبح کا حسنِ تغیر آہ آہ
چشمِ نرگس کی وہ اُف حیا فروشی کیا ہوئی
اک دفعہ وہ روئے زیبا دیکھ لوں پھر آہ کاش
چھوڑنا دنیا میں یوں تجھ کو نہ تھا تنہا مجھے
دامنِ کہسار کے ان لالہ زاروں میں نہیں
بوئے گل میں تو نہیں آوازِ بلبل میں نہیں
شب کے تاروں میں نہیں صبحِ منور میں نہیں
سینۂ جو میں نہیں تو اور لالے میں نہیں
آہ اس کالی گھٹا کے گیسوؤں میں تو نہیں
مجھ کو چھوڑا جھیلنے کو درد و حرماں رنج و غم
تجھ کو جاتے دیکھنے کی رہ گئی حسرت مجھے

محو ماتم ہر نفس میرا دل برباد ہے
دل میں ہے تیرا تصور لب پہ تیری یاد ہے

یاس کی اک شمع گریاں اور میری بالیں پاس
ہے حیاتِ غم فزا اور دل کی ہر منزل اداس

پڑ رہی ہیں یاس و غم آغوشِ غم کھولے ہوئے
آسماں تیار ہے تیغِ ستم تولے ہوئے

آنے والی زندگی کے ظلمت افزا دور کا
کس قدر مایوس کن آنکھوں میں ہے نقشہ کھنچا

آنے والی زندگی پامال یاس و آرزو
آہ تیری ہر گھڑی خوں بیز و لبریز لہو

سازِ ہستی کا میرے ہے نوحہ جاں سوز تو
ہے ربابِ آرزو کا نغمۂ دل دوز تو

بسملِ غم تو ہے اور میں کشتۂ شمشیرِ یاس
تو ہے حسرت خیز اور میں آہ اک تصویرِ یاس

آنیوالی زندگی! تیری صدائے غم فریب
چھینتی ہے آہ مجھ سے دامنِ صبر و شکیب

پھونک ڈالا ہے تری آتش نوائی نے مجھے
کر دیا ہے محو تیری نغمہ زائی نے مجھے

آہ مستقبل کی میرے غم فزا تاریکیاں
میرے قلبِ مردہ کو کرتی ہیں مدفونِ خزاں

آنے والی زندگی تیری ستم آموزیاں
کر چکی ہیں آہ مجھ کو وقفِ حسرت بے گماں

بجھ گئی شمع تمنا دل کا پروانہ جلا
آنیوالی زندگی یہ کیا ستم مجھ پر کیا

سازِ طفلی کی میرے اُف یہ الم افزا شکست
کتنی یاس انگیز رکھتی ہے صدائے بازگشت

گلشن برباد ہیں اور ماتم دورِ بہار
ہستی ناشاد میں یہ انتشار سوگوار

میں "رہ امید" میں ہوں اور منزل دور ہے
دل ہے غرقِ بحرِ غم اور آہ ساحل دور ہے

دوستوں کے قہقہے ہیں اور مرا قلبِ حزیں
نغمۂ احباب اور یہ دیدۂ اشک آفریں

پھول ہنستے ہیں تو میں شبنم صفت ہوں اشکبار
آہ میری زندگی کے پُر الم لیل و نہار

منتشر ہے آسماں پر آہ - آہِ پُر شرار
جل رہی ہے گلشنِ امید کی میرے بہار

نغمۂ آلام میرے دل کے سازِ غم میں ہے
قلبِ مضطر آہ میرا پردۂ ماتم میں ہے

وائے ناکامی کہ میں یوں نذرِ حسرت ہو گئی
آرزوؤں کی میرے سینہ میں تربت ہو گئی

اے جمالِ مضطرب خاموش اب بہرِ خدا
ہے بہت یاس آفریں تیری صدائے غم فزا

بحر راہ حجاز

موجوں کو تڑپاتا ہوا لہروں کو ٹکراتا ہوا
پانی کو پھیلاتا ہوا جھونکوں سے بل کھاتا ہوا
سو پیچ و خم کھاتا ہوا محشر سا پھیلاتا ہوا

باصد فغانِ دردِ دل باصد خروشِ مستقل
باصد کراہ متصل بازخمِ قلبِ مشتعل
باآتشِ پنہانِ دل بااضطرابِ جان گسل

با شورِ قلبِ ناتواں با اضطرابِ سرگراں
با بارشِ اشکِ رواں با کاروانِ صد فغاں
با جوششِ سوزِ بیاں با سوزشِ دردِ نہاں

سوئے عرب جاتا ہے تو اے کاروانِ آب جو
اے کامرانِ آرزو اے کامیابِ جستجو
سیلِ روانِ ہاوہو موجِ روانِ سرخ رو

جاتا ہے تو دوڑا ہوا بے ساختہ بھاگا ہوا
اٹھتا ہوا گرتا ہوا ساحل سے ٹکراتا ہوا

یوں مضطرب مچلا ہوا شیشے سے چمکا تا ہوا

تاروں کے پرتو تولتا موتی پہ موتی رولتا
عقدات مشکل کھولتا سرخی سفیدی گھولتا
موجوں کے گیسو کھولتا لہروں پہ آنسو رولتا

راتوں کی ظلمت کاٹتا ہے نیند سے ناآشنا
سورج کے شعلے جھیلتا گرمی سے ہے جھلسا ہوا
منزل سے بے نا آشنا ہے بے نیاز ماسوا

اٹھتا ہے آہوں کا دھواں ہوتے ہیں بادل سرگراں
ہر سانس ہے آتش چکاں ہر اشک ہے بحر رواں
سورج نے ہو کر سرگراں تجھ کو بنایا رازداں

پیش نظر دن بھر رہا کرتا رہا طوف فضا
لیکن ہوا جب رونما دھندلا شب خاموش کا
بے ساختہ کترا گیا پیچھے پہاڑوں کے چھپا

ہے چاند ہمراز وفا چلتا ہے سوئے نقش پا
ہونے لگا خستہ ذرا دامن پہ تیرے سو گیا
کرتا ہے سجدے برملا ہے سرنگوں با صد حیا

ہے رات بھر محوِ سفر　　خاموشیوں کا راہ بر
لیکن ادھر چمکی سحر　　اس کے قدم اکھڑے اُدھر
پلٹی نگاہِ منتشر　　مایوس ہے تارِ نظر

دشواریاں تو نے سہیں　　لیکن نہیں ٹھہرا کہیں
ہمت کہیں توڑی نہیں　　مانا نہیں شوقِ حزیں
گھستی ہے پتھر سے جبیں　　لیکن تجھے خطرہ نہیں

پیچھے نہیں ہٹتے قدم　　جھیلے ہزاروں دردوغم
باقی ہے وہ ہی دم وخم　　دل کو نہیں خوف و الم
آتے نہیں چتون پہ خم　　یوں سختیاں جھیلیں ہم

ہیں کوہ لاکھوں سرنگوں　　پھونکا ہے کچھ ایسا فسوں
ساحل کی ہے حالت زبوں　　سنگیں چٹانیں ہیں نگوں
ہے چشم حسرت نیل گوں　　ہر موج ہے شامِ جنوں

اے کامرانِ زندگی　　مغرورِ شانِ زندگی
حسن روانِ زندگی　　کیفِ دوانِ زندگی
عکسِ نشانِ زندگی　　لذت چکانِ زندگی

آ۔ اس طرف دامن بڑھا　　موجوں میں کر مجھکو فنا

لہروں ہیں دے مجکو مٹا کر دے مری ہستی فنا
کامیاب التجا کر کامگار مدعا

یہ عرض ہے باصد ادب کر لے سب مجھے غرق طرب
میں ہوں گرفتار تعب دل میں ہے اک دردِ عجب
لیچل مجھے اے موج اب سوئے گلستانِ عرب

طُور سے خطاب

تیری آنکھوں نے عجب منظرِ عریاں دیکھا
بے محابا سرِ دل جلوۂ پنہاں دیکھا

کیا ترے دیدۂ امید میں بینائی تھی
کس قدر ذوق فزا تیری جبیں سائی تھی

تو نے بے پردہ کوئی پردہ نشیں دیکھ لیا
جلوۂ حسن کو سینے کے قریں دیکھ لیا

اللہ اللہ تیری شان کمالِ رفعت
کس قدر اوج نما ہے ترا طرزِ الفت

طرزِ امید میں پنہاں تھا جمالِ الفت
دیدۂ ذوق جہاں میں ہے کمالِ الفت

تو نے چکھے ہیں عجب دردِ محبت کے مزے
تو نے پائے ہیں بہت کاوشِ پنہاں کے صلے

کس قدر تیری کشش جذبہ پر انداز ہوئی
جلوۂ نورِ نہانی سے نظر باز ہوئی

کس طرح آہ دلِ سوختہ کھینچی تو نے
دولتِ معنیِ دیدار سمیٹی تو نے

ترے جذبوں سے دلِ مردہ کو بینائی ملی
تابشِ چشم کو اس سوز سے زیبائی ملی

شمعِ سوزاں نے ترے دل سے پگھلنا سیکھا
پرِ پروانہ نے بے ساختہ جلنا سیکھا

راکھ میں تیری نہاں لاکھوں شرر ہیں اب تک
جلوۂ ناز کے پوشیدہ اثر ہیں اب تک

خاک سے تیری ہے روشن یہ نگاہ بینا
چشمِ غفلت کو ترے ذوقِ وفا نے کھولا

بابِ دوم

جبروتِ اسلام

فہرست مضامین بابِ دوم

شانِ شہادت

ظلمتِ شام ہے پیغام وہ سکرِ سعید
گوشہ غرب میں پوشیدہ ہے چشمِ خورشید

افقِ شام ہے لبریز صدائے خاموش
ہے نواحِ عربی زیرِ فضائے خاموش

ہر طرف سکر فزا ہیں دلِ مایوس کے راز
دامنِ خواب ہے یہ ہم زن ہنگامِ حجاز

آشیانوں کی طرف طائرِ رنگیں ہیں رواں
ہر طرف منظرِ خاموش پہ چھایا ہے دھواں

سرِ مسجد سے اٹھی بانگِ اذانِ سطوت
نعرہ جوش سے گونج اٹھی فضائے ظلمت

نعرۂ شعلہ بر انداز تھا پیغامِ نیاز
آئی مسجد کی طرف خلق لئے ذوقِ نیاز

حضرت شیرِ خدا سن کے یہ قدسی آواز
آئے مسجد کی طرف مائلِ صد ذوقِ نیاز

دلِ پُر نور میں تھا جوشِ عبادت مخفی
موجِ الفت تھی رگِ قلبِ علی سے جاری

جھلملاتی تھی سرِ چشم شرابِ وحدت
سینۂ پاک میں تھی جوشِ نہاں کی زینت

ہوئی صف بستہ پے سجدہ جماعت باہم
پیشِ خلاقِ زماں گردنِ مسجد ہوئی خم

رک گئی بادِ صبا جھک گئے پتے نیچے
سجدہ زن ہو گئے افلاک کے نازک تارے

گردنِ چرخ ہوئی خم پے اجرائے نماز
ذرہ ذرہ سے اٹھا خندۂ پیغامِ نیاز

گری سجدے میں جماعت یہ بصد عجز نظر
جھک گئے خادمِ حق پیشِ خدائے برتر

تھے علی سجدے میں اور روحِ علی بے پروا
دیدۂ دل میں نظر خیز تھا حسنِ مولا

جان سجدہ میں تھی دل سجدہ میں سر سجدہ میں
آنکھ سجدہ میں جبین اور نظر سجدہ میں

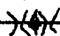
دفعتہً پشتِ مطہر کی طرف کوئی بڑھا
جسم جس کا تھا سیہ رنگ عبا میں لپٹا

کانپتے ہاتھ میں شمشیرِ چمک دار لئے
خانۂ قلبِ سیہ چشم شرر بار لئے

چپکے چپکے وہ پس شیرِ خدا ٹھہر گیا
دوسرے سجدے کو سر آپ کا جب جھکنے لگا

سیف تولی تو لرزتا تھا دلِ عصیانی	تھرتھراتی تھی رگِ دستِ قضا پیشِ علی
سجدۂ پاک میں غافل ہوئے جب شیرِ خدا	کانپتے ہاتھ نے تلوار کا اک وار کیا
پشتِ حضرت سے ہوا چشمۂ خونیں جاری	آگیا سجدہ میں غش زخم تھا بے حد کاری
دوسرے وار میں خاموش ہوئی شمعِ حجاز	جسمِ انور سے کیا روحِ علی نے پرواز
رہ گیا سجدہ میں سر چشمِ منزہ تھی جھکی	پیشِ خلاقِ زماں سجدہ زناں پیشانی
آگیا عرق سرِ عارضِ تابانِ علی	ہوگئی خونِ مبارک سے فضا میں سرخی
آگیا شانِ شہادت سے لبوں پر خندہ	ہوگیا آنِ شہادت سے منور جلوہ
چشمۂ نور ہوا ماہ جبیں سے جاری	بجلیاں چشمِ منور کی تھیں برقِ خفی
کہکشاں آپ کے دانتوں کی چمک افزا تھی	لبِ شفاف پہ سرخی کی جھلک پیدا تھی
خون بہتا تھا اُدھر آپ اِدھر ہنستے تھے	نیرِ خندہ سے جھڑتے تھے ہزاروں تارے
مسکراتے تھے لبِ پاک درخشانِ علی	جھلملاتی دُرِ دنداں سے چمک پیدا تھی

شیرِ اسلام نے سجدہ میں شہادت پائی
ہوگئی قصرِ اسلام کی خونیں سرخی



قربان گاہ کربلا

کس قدر حسرت فزا ہے ماجرائے کربلا — پردۂ ظلمات ہے حشر فضائے کربلا
وادی خونیں ہے جنگ امتحان سیدین — ذرہ ذرہ پر درخشاں ہیں نشانِ تیغِ کین
رزم گاہِ خوں چکاں ہے خاکِ میدان نزار — ہر طرف لہرا رہی ہیں سیف ہائے آبدار
ذرہ ذرہ کربلا کا خون سے آلودہ ہے — پتہ پتہ داستان غم کا اک آئینہ ہے
وادی خون بار ہے حسرت کشِ جذباتِ دل — یعنی قرباں گاہ ملت ہے خروشِ مستقل
لوٹتے ہیں خاک پر جسمِ شہیدانِ وفا — یعنی سب بے گور و کفن لاشیں ہیں عبرت آزما
غازیان ملت بیضا پڑے ہیں خاک پر — خشک لب افسردہ رخ خاک و لہو میں خوں ن سر
طرہ گیسو میں خاکِ کربلا لپٹی ہوئی — ہلکی ہلکی عارضِ تاباں پہ نازک روشنی
ہے جبیں یا اک ہلال جلوۂ رخشندہ ہے — ذرہ ذرہ وادی ظلمات کا تابندہ ہے
موج گیسو سے چلی آتی ہے بوئے عنبریں — چشم آہو میں بھرے ہیں نالۂ جنت نشیں
پتلی نازک سر اشک خون سے آلودہ ہے — شمع ایمن ہے کہ نورِ عارضِ تابندہ ہے
ہو چکی ہے ختم ساری داستان کربلا — آخری باقی ہے خونیں اک بیان کربلا

(۲)

آ رہے ہیں شان سے میدان میں حضرت حسین — بڑھ رہے ہیں سوئے رزم صدق شاہِ سیدین
طاعتِ انور کو سجدے کر رہا ہے آفتاب — شعلۂ خورشید نے جھک جھک کے چومی ہے رکاب
سرنگوں ہیں چار جانب ذرہ ہائے کربلا — رک گئی ہے کانپ کر یعنی ہوائے کربلا
زلفِ عنبر ہے شراب نور برساتی ہوئی — چشم انور ہے شمیم طور پھیلاتی ہوئی
ہاتھ میں سیف درخشاں برق چمکاتی ہوئی — جھلملاہٹ سے دل اعدا کو گھبراتی ہوئی

خشک لب تشنہ لبی سے ہونٹ پپڑائے ہوئے
حسرتِ جامِ شہادت قلبِ مضطر میں لیے

وسطِ میدانِ وفا میں آئے شاہِ نامدار
اسپ خوش انداز کی روکی عنانِ کامگار

دی صدا اے لشکرِ اعدا ادھر آنا ذرا
میں ہوں بیتابِ شہادت مضطرِ راہِ وفا

جان راہِ حق میں دینے کے لیے آیا ہوں میں
دل میں ذوقِ نکہتِ باغِ جناں لایا ہوں میں

لشکرِ اعدا سے بارش تیر کی ہونے لگی
ہر طرف شاہِ جہاں کے فوجِ اعدا گھر گئی

سیفِ حضرت برق آسا مضطرب تھی ہر طرف
مثلِ موجِ بحر رقصاں ملتہب تھی ہر طرف

چیرتی تھی لشکرِ اعدا کی صف ہائے گراں
دامنِ دشمن کی دم بھر میں اڑا دیں دھجیاں

ہو رہے تھے زیرِ تیغِ شاہ لاکھوں سر قلم
دشمنوں کے بیش حضرت ڈگمگاتے تھے قدم

زخم ہائے شاہ سے سیلابِ خوں جاری ہوا
ضعف سے آنکھوں کے نیچے اک اندھیرا آگیا

آئی اتنے میں صدائے بانگِ پرجوش اذاں
جسمِ اطہر تھا بزیرِ سایۂ تیرِ رواں

ہر طرف سے وار ہائے سخت تھے زخم آفریں
ہاتھ زخمی تھے مگر رکتے نہ تھے حضرت کہیں

دونوں جانب کاٹتے جاتے تھے دشمن کا جگر
بڑھتے جاتے تھے صفِ اعدا میں حضرت بےخبر

سن کے آوازِ اذاں قلبِ حزیں بھر آگیا
رک گئی تلوار رخ پر عرقِ گلگوں آگیا

پھیر کر گھوڑے سے اترے یعنی سلطانِ حجاز
خاکِ خوں آلودہ پر استادہ تھے بہرِ نماز

جھک گیا سجدے میں سر آنسو رواں ہونے لگے
پیاس کی شدت سے لب برق طپاں ہونے لگے

ہر طرف سے وار ہائے تازہ نے نرغہ کیا
شمر نے سجدے میں سر تلوار کی زد پر لیا

رکھ لیا نیزہ پہ فرقِ شاہِ انور کاٹ کر
رہ گیا جسمِ منزہ تلملا تا خاک پر

فرقِ اطہر نیزۂ دشمن پہ تھا زینت فروش
بارشِ انوار سے روئے جبیں خورشید پوش

تھیں کھلیں آنکھیں تبسم بار لب ہائے مبیں
شیشۂ خورشید بن کر جگمگاتی تھی جبیں

آہ یہ شانِ شہادت پیشِ خلاقِ زماں
پیاس کی شدت میں قرباں ہو گئے شاہِ جہاں

مسلمِ خوابیدہ دے پھر درسِ جانبازی ذرا
دیکھ آنکھیں کھول کر آئینۂ ماضی ذرا

تجلّیٔ اسلام

ایک شب تھی چاندنی شفاف مثلِ شامِ طور — کھیلتی پھرتی تھی صحرا کی فضا میں موجِ نور
جھلملاتی رات تھی شفاف تھے ذراتِ خاک — جگمگاتی ریت تھی، آئینہ تھے جذباتِ خاک
خواب فرما تھے عمر زیرِ درخت سایہ دار — سو رہے تھے اک چٹائی پر بصد حسن و وقار
تھی جبینِ نور کی تابش قمر پہ خندہ زن — روشنیٔ چشم انور چاندنی پر ضو فگن
شاخ میں لٹکی ہوئی تھی سیفِ عزت در کنار — یک بیک تھی نہاں زیرِ درخت سایہ دار
چپکے چپکے اک طرف کھٹکا سا کچھ ہونے لگا — سایۂ انساں خاموشی میں تھا چھپا ہوا
چاند سے چھپتا ہوا پھولوں سے کتراتا ہوا — عزمِ قلبِ مشتعل سے دل میں گھبراتا ہوا
آیا باہستگی یعنی وہ بالینِ عمرؓ — شیرِ ملت سو رہا تھا خاک پر بالکل نڈر
دیکھ کر یہ شانِ بے خوفی و آنِ بے پناہ — کانپ اٹھی ہستیٔ خاموش مثلِ بالِ کاہ
اللہ اللہ شیرِ ملت تیری شانِ زندگی — تھرتھراتا تھا سرِ بالینِ نخیبِ دشمنی
دل کیا مضبوط تو لی سیف کچھ ہو کر نڈر — ہاتھ لرزا چھٹ پڑی تلوار اک دم کانپ کر
کانپ کر وہ شخص فرشِ خاک افزا پر گرا — دابِ فاروقی سے ماتھے پر پسینہ آگیا
ہوگیا بیدار اتنے میں دلِ شیرِ ببر — صولتِ چتون سے کانپ اٹھی فضائے بحر و بر
اٹھ کے بیٹھا بہ تعجب شخص پر ڈالی نظر — با نوازش ہاتھ سے اسکو اٹھاتے ہیں عمرؓ
باعزاز ان شفقتِ دل آپ فرمانے لگے — "اے شکستہ قلبِ انساں آخرش تو کون ہے
رات کی سنسانیوں میں کیوں یہاں آیا ہے تو — اے مسافر راہ سے اپنی کہیں بھٹکا ہے تو
راہ جو درکار ہو تجھ کو بتا دوں میں ابھی — جس طرف جانا ہو رخ اسکا دکھا دوں میں ابھی
ہو اگر کچھ اشتہا حاضر کھجوریں ہیں یہاں — پیاس ہو تو ہے یہاں سرچشمۂ آبِ رواں

ہو اگر کچھ خستگی کچھ دیر تو آرام کر
جاگتا ہوں میں محافظ ہے خدائے بحر و بر

٭

ہو گیا ششدر یہ حسن خلق دشمن دیکھ کر
منفعل ہو کر بصد حسرت جھکایا اپنا سر

آنکھ میں آنسو کا ایک قطرہ ستارا بن گیا
سر بخجل انداز سے زانو سے اس کا جا لگا

آپ نے شانوں پہ رکھا ہاتھ بجید پیار سے
اور سبب گریہ کا پھر دریافت فرمانے لگے

آہ کھینچی اس نے اور با صد پشیمانی کہا
یہ گنہ گار جہاں ہے ایک دشمن آپ کا

میرے آنے کی غرض ہے صرف اک خون عمر
کھینچ لائی یہ تمنا اس طرف بار دگر

عزم قتل بادشاہ المومنین لایا مجھے
حضرت فاروق کا سر کاٹنا مقصود ہے"

ہنس کے فرمایا کہ میں فاروق حاضر ہوں یہاں
ہوا اثر کچھ عزم تیرا مطلع کر بے گماں

گر پڑا قدموں پہ اور یہ عرض کی با اشک خوں
"تا ابد میں اک غلام حضرت فاروق ہوں"

شاہ راہ حیات

ایک دن اک شخص آیا پیش ختم الانبیا — دست بستہ باادب با صد ہزاراں التجا
عرض کی یا شاہِ عالم میں ہوں اک مسکیں غریب — مطلقاً کھانا نہیں دو دن سے ہے مجھکو نصیب
بھوک سے آنکھوں میں آنے لگی جان حزیں — پاؤں رکھتا ہوں کہیں اور جا کے پڑتا ہے کہیں
کچھ نہیں ہے نقد و جنس و زیور و مال و منال — حد سے زائد ہو گیا اے شاہ میں محتاجِ حال
جسم کے کپڑوں کا بھی خود آپ عالم دیکھ لیں — بہر مولا شاہ دیں اب آپ کچھ کھانے کو دیں
نام نامی سن کے حضرت کا ادھر آیا ہوں میں — یا محمد مصطفٰے بے انتہا بھوکا ہوں میں"
مسکرا کر آپ فرمانے لگے اس شخص سے — "تو کہ اپنے دست و پا سے ہر طرح مضبوط ہے
کچھ نہیں آزار تجھکو تو نہیں ہے ناتواں — ہاتھ پھیلاتا ہے پھر بھی اس طرح تو ہر زماں
حیف ہے ہو کر جوان و تندرست و خوش سیر — اس طرح سائل ہے تو ہر وقت اے نادان بشر"
بولا یا حضرت نہیں محنت سے کچھ مجھکو خطر — کوئی شے بھی ہو کروں جس سے میں کچھ کار گر
نقد کچھ ہو تب تو میں سوداگری شاہا کروں — رکھ کے سر پر ٹوکرا پھرنے کو میں تیار ہوں"
آپ فرمانے لگے "کیا کیا ترا اسباب ہے — تن کے کپڑوں کے علاوہ اور بھی ہے کوئی شے"
بولا بس ہے اک کلہاڑی پاس میری شاہ دیں — چھوڑ دی ہے جو کہ میں نے آپ کے در پر یہیں"
آپ اٹھ کر ساتھ اسکے آئے خود در کے قریب — ہاتھ میں لے لی کلہاڑی اور کہا پھر "اے حبیب
آ میرے ہمراہ جنگل میں تجھے لیجاؤں میں — تجھ کو محنت کا طریقہ کچھ نہ کچھ بتلاؤں میں"
الغرض صحرا میں آئے آپ ہمراہ فقیر — کاٹ کر کچھ لکڑیاں اس سے کہا "اب انکو چیر"
ہو گیا جب ایک گٹھا آپ نے اس سے کہا — "بیچ کر ان کو گذارہ یعنی تو کر آج کا
کل سحر کو کاٹنے پھر لکڑیاں آنا یہاں — پھر اسی صورت سے کچھ روزی کمانا بیگماں
کل کی روزی میں سے بس انداز کچھ کرنا مگر — اور پرسوں بھی اسی صورت سے تو کرنا گذر

روز لینا کچھ بچا جب نقد کچھ ہو جائیگا — پھر تجارت کا لگانا تھوڑا تھوڑا سلسلہ

ہو کے شرمندہ فقیر نوجواں چپ رہ گیا — تھا پشیمانی سے رخ پر رنگ گل گوں دوڑتا

دست بستہ ہو کے رخصت پھر ہوا وہ شاہ سو

اپنی روزی کا طریقہ آپ سے کچھ سیکھ کے۔

اُمّ آبان

(اُمّ آبان عالم عروسی میں اپنے شوہر کی لاش پر)

پھیر لیں آنکھیں میری جانب سے سرتاج شریف — اس بھری دنیا میں چھوڑا مجھ کو کمزور و نحیف

سو رہا ہے خاک پر او نازشِ قوم عرب۔ — اس عروسِ بے خطا سے کیا ہے خفگی کا سبب

آتشیں آنکھیں ہیں چتون سے برستا ہے لہو — خون بہہ بہہ کر سرِ عارض رواں ہے آبجو

ہو مبارک تجھکو یہ شانِ شہادت آہ آہ — ہو مبارک تجھ کو یہ خونِ شرافت آہ آہ

ہو مبارک تجھ کو گنجِ نگہتِ فردوس آہ — ہو مبارک تجھ کو بوئے نزہت فردوس آہ

باعث عزت ہے تیری سردہی میرے لئے — مایۂ صد ناز ہے یہ بے کسی میرے لئے

میری مہندی ہے ترے عارض سے جو ٹپکے لہو — گرد تیرے جسم کی میرے لئے ہے آبرو

تیرے خون آلود کپڑے ہیں عروسانہ لباس — اس بھری دنیا میں یعنی میرا دل بالکل بے ہراس

میں نہ سمجھوں گی کہ میں اس دنیا میں برباد ہوں — اس فضائے صد طرب افزا میں میں ناشاد ہوں

یاد تیری زندگی ہے میرے جینے کے لئے — تیری تصویر تصور سے مجھے تسکین ہے

شاد رہ آباد رہ او غازی شیریں جمال — میری رونق کے لئے کافی ہے اک تیرا خیال

حاضری دینی مجھے ہے جنگ کے میدان میں — میں بھی کرد کھلاؤں گی جو کچھ ہوا مکان میں

لشکرِ کفار سے لونگی میں تیرا انتقام — جنگ میں جوہر دکھا دیگی یہ تیغ بے نیام
ندیاں خون کی بہا دوں گی بھرے میدان میں
تیغ کے جوہر دکھا دوں گی نسائی شان میں

(۲)

اُم آبان میدان جنگ میں

خون تلواروں سے لٹتا ہو بھری میدان میں — شعلہ جذبات اٹھتا ہے نرالی شان میں
لہر کھا کر چل جاتی ہیں شمشیریں کہیں — جھنجھنا کر زور سے بجتی ہیں زنجیریں کہیں
تیر گرتے ہیں دلِ مایوس و حسرت بار پر — یعنی نشتر چل رہے ہیں قلبِ ماتم دار پر
خنجر اسلام کی آتش چکانی دیکھئے — "نوجوان بیوہ" کی تصویر جوانی دیکھئے
آنکھ میں جوش نسائی تن پہ مردانہ لباس — مشعل امید سے کچھ روشنی سی آس پاس
تیر برساتی ہوئی خنجر کو لہراتی ہوئی — نوجوان بیوہ ہے پھر انتقام آئی ہوئی
چتونوں کی نازنینی پردہ حسن و جمال — اور مژگاں کی قطاریں خنجر خونیں مثال
ہر نظر سے اک نیا ہیجان قلبی آشکار — لوحِ پیشانی پہ دھندلے رنگ کا عکس غبار



لشکر کفار میں اک مرد شوخ و خوش بیاں — آنکھ میں جوش غضب ہاتھوں میں کفاری نشاں
ہے صلیب دست سے تابش فروشی اس قدر — جھلملاتے ہیں ہر اک جانب فضا میں صد قمر
ہیں جواہر اس صلیب دست کے انجم فشاں — یا فضائے جنگ میں جلوہ فگن ہیں بجلیاں
یوں بلند آواز سے کہتا ہے کافر یا مسیحؑ — رحم کر اس جنگ پہ فرزند داور یا مسیحؑ
"نوجوان بیوہ" نے پھینکا تیر اک دم زور سے — شوخ کافر گر پڑا گھبرا کے جس کے سامنے
ہاتھ سے چھوٹا نشان یعنی صلیب ذی وقار — مل گئی سب خاک میں یعنی مسیحانہ بہار
اس شکست تیز تر نے مشتعل دل کر دیئے — جو جلے کفار کے نزدیک منزل کر دیئے

جوش سے حملہ مسیحی ہو گیا اسلام پر
سینکڑوں سر کٹ گئے یعنی خدا کے نام پر
حضرت شرجیل سے واپس نہ ملتی تھی صلیب
محو تھے سرگرم تھے کوشش میں تھے انکے رقیب
تیغ توما کھینچ کر مدمقابل ہو گیا
مدعا اس کا جو تھا وہ جلد حاصل ہو گیا
حضرت شرجیل نے غصہ ہو کے ماری صلیب
تول کر تلوار حملہ کر دیا سمت رقیب
نوجواں بیوہ نے اتنے میں خبر سی کچھ سنی
یعنی توما آپکے شوہر کا قاتل ہے یہی
دل کی رگ رگ سے شرار مشتعل اٹھنے لگے
آنکھ سے شعلہ بھڑک کر سمت قاتل کھنچ گئے
تیر مارا کھینچ کر توما کی جانب زور سے
ہو کے زخمی تیر سے توما کے پاؤں اٹھ گئے
پیچھے ہٹتا تھا کہ تازہ تیر آنکھوں میں لگا
"آہ" کی اور بے تحاشا فرش خاکی پر گرا

ام آبان میدان جنگ میں حضرت شرجیل کے ساتھ

(۳)

تیر برساتی ہوئی خنجر کو چمکاتی ہوئی
نوجوان بیوہ مسیحی خون برساتی ہوئی
حضرت شرجیل کی بائیں طرف ہو گرم جنگ
آسماں پر کھیلتے پھرتے ہیں کچھ تیر و تفنگ
ایک رومی نذر تیر آخری بھی ہو گیا
"نوجوان بیوہ" نے پھر ہر سمت ڈالی اک نگاہ
دفعتہً ایک غول رومی آ گیا اس کے قریب
زور سے نعرہ لگایا "یا مسیح و یا صلیب"
"نوجوان بیوہ" اسیر قوم کافر ہو گئی
اس کی ہر ہمت مقید اور بے پر ہو گئی
جسم پر پہنا کے زیور آہنی کھینچا اسے
بر میں ہے ملبوس خونیں اس عروس ناز کے
پاؤں کی رفتار سے یعنی مسرت ہے عیاں
ہر قدم سے ایک تسکین حقیقی ضوفشاں
اسکی چتون کی تجلی سے مسرت آشکار
اس کی آنکھوں کی شرافت میں صداقت کا خمار
انتقام شوہری سے دل طرب افزائے شوق
ہتکڑی کی چوڑیاں سامان صد تسکین ذوق
انگلیوں میں ہے حنائے خون دشمن رنگ بار
یعنی زنجیروں سے ہیں گردن میں کچھ پھولوں کے ہار
یہ ادا - یہ شان ، یہ ناز عروسی دیکھنا
نوجوان بیوہ ہے تصویر خموشی دیکھنا

(۴)

غازیوں کو انکے جوش قلب نے برہم کیا | اس خبر نے قلب کو بے انتہا پرغم کیا
تیغ اسلامی سے روح جنگ تھرانے لگی | دشمنوں کی دشمنی سینہ میں گھبرانے لگی
خون برساتے ہوئے تیغوں کو چمکاتے ہوئے | دشمنوں کو خاک کرتے جوش بھڑکاتے ہوئے
تلخ حملہ کر دیا دشمن کی جانب تیر سے | گونج اٹھیں وادیاں سب نعرۂ تکبیر سے
نیت صادق صداقت یار ملت ہو گئی | دل کی جو امید تھی سامان راحت ہو گئی
لشکر اسلام میں تازہ مسرت آ گئی | لب پہ سرخی آ گئی آنکھوں میں رنگت آ گئی
چھٹ گئی خاتون باہمت دلیر و بے خطر | ہو گئی اک بار پھر آزاد بانوئے نڈر
غازیاں دین کی پوری تمنا ہو گئی | دست دشمن سے رہا پھر نوجواں بیوہ ہوئی

ہو گئی ہو کر رہا دل سے ہٹا کر کل ملال
محو یاد شوہری میں بیگم شیریں جمال

دُختر اسلام

جنگ طرابلس کا ایک منظر

تارے فلک سے اپنا خیمہ اٹھا رہے تھے ، بادِ صبا کے جھونکے موتی لٹا رہے تھے ،
شبنم کے موتیوں سے لبریز وادیاں تھیں ، بادِ صبا کے جھونکے کلیوں کو تھپکیاں تھیں
بادِ سحر خراماں گل گشت عنبر افشاں ، ہر شاخِ گل بداماں ہر غنچہ عطر بیزاں
پھیلا عروسِ گل کا ہر چار سو تھا دامن ، تھی سبز پوش وادی تھا سرخ پوش گلشن
چڑیوں کا وہ ترنم دلکش ملار جیسے ، سبزہ بدوش ٹیلے حسنِ بہار جیسے
منظر نظر فزا تھا جلوہ بہار کا تھا ، اتنے میں چشمِ دل نے تازہ تماشا دیکھا

(۲)

نوعمر ایک لڑکی خاکی لباس پہنے ، جوں بوئے گل پریشاں غنچوں سے ہو کے نکلے
پہلی کرن فلک سے جیسے زمیں پہ اتری ، پتوں کی لغزشوں سے یہ حورِ ساده چمکی
ماتھے پہ گرد رُخ پر رنج و الم کا سایا ، آنکھوں کی پتلیوں پر رنگ ہراس چھایا
شمع جبیں پہ شکنیں موجیں لٹا رہی تھیں ، شکنوں کو سادگی میں حوریں چھپا رہی تھیں
شفاف و سیم پرور رخسار پر تھی سرخی ، لب خشک اور نیلے حسرت کی تازہ ہستی
زلفیں مچل رہی تھیں کاکل بگڑ رہے تھے ، بادِ صبا سے گیسو شوخی سی کر رہے تھے
چادر تھی پارہ پارہ کرتہ تھا ٹکڑے ٹکڑے ، عصمت کے جس پہ روشن اجلے حسین دھبے
ملبوس میں وہ جسمِ نازک کی ہلکی جنبش ، دریلئے سادگی پر ایک موج کی سی لغزش
گل ریز نازکی میں مشکیزہ تھا کمر پہ ، پانی تلاش کرنے نکلی تھی یہ گلِ تر
کوثر امنڈ رہا ہو جس کی نگاہِ تر سے ، وہ حورِ زندگانی پانی کو خاک چھانے

کچھ دیر تک تو رک کر ہر سمت اس نے دیکھا   نظروں سے آسمان تک پانی کو جا کے دیکھا
پانی کا کوئی چشمہ تقدیر سے نہ پایا   مایوس آب ہو کر آخر قدم اٹھایا
بجلی کی برق سازی قدموں میں اسکے پنہاں   ہر لغزش حسیں سے ذراتِ خاک لرزاں
پاؤں کی جنبشوں سے ذرے اچھل رہے تھے   ٹھوکر کی ٹھوکروں سے کنکر مچل رہے تھے
ہر سمت ڈھونڈھتی تھی ہر سو تلاش کرتی   گلشن، چمن، بیاباں، صحرا، دشت و وادی
تقدیر کر رہی تھی لیکن ستم فروشی   پانی کہیں نہ پایا ہر چند خاک چھانی
آخر کو تھک کے رک کر تکنے لگی قضا کو   جنگل کی خامشی کو بے چینئ ہوا کو
سینہ میں موجزن تھا حسرت کا ایک دریا   پانی کا ایک چشمہ آنکھوں سے پھوٹ نکلا۔
جنبش لبوں سے اٹھی کہنے لگی خدا سے   یارب نگاہ رحمت بندے ہیں تیرے پیاسے
نازک خیالیوں کو تسکین ہوئی میسر   ہمت تھی شمع روشن اٹھی وہ زہرہ منظر

(۳)

میداں کی خاک سے پھر وہ پاؤں نازنیں کے   تلوؤں کی نکہتوں سے کانٹے بھی آکے الجھے
ریگ رواں پہ پھیلا سورج کا گرم دامن   آخر کو رفتہ رفتہ تھا دوپہر سا دشمن
سورج تھا فتنہ آرا شعلے ابل رہے تھے   گلزار و دشت و وادی اک ساتھ جل رہے تھے
سورج تھا یا جہنم تھی دھوپ چلچلاتی   پاؤں کے نیچے گویا برق طپاں تھی رہتی
لڑکی کے سر سے پا تک بہنے لگا پسینہ   رخسار اس کے گل سے مرجھائے رفتہ رفتہ
لو کے جھکولے آکر آنچل سے چھیڑ کرتے   جلتی ہوئی زمیں پر نازک وہ پاؤں جلتے
لیکن وہ حور منظر تھی بے خبر جہاں سے   کچھ فکر تھا تو اتنا "پانی ملے کہاں سے"
قسمت کو رحم آیا تھی سامنے پہاڑی   تیزی کی تیزیوں میں لڑکی قریب آئی
سرسبز تھی پہاڑی۔ جنگل ہرا بھرا تھا   پانی کا صاف چشمہ انگڑائی لے رہا تھا
فرطِ طرب سے لڑکی بے ہوش ہو رہی تھی   آنکھیں فلک کی جانب ہونٹوں پہ تازگی تھی

تھا غسل کا ارادہ گرمی کی شدتوں سے — کپڑے اتار پھینکے پانی میں ہاتھ ڈالے
اتنے میں دل میں چٹکی جذبات دل نے لی لی — گھبرا کے جلد اٹھی پھر مشک لے کے دوڑی
گرمی سے جل رہی تھی بھی پیاس کی بھی شدت — مشکیزہ بھر کے لیکن چل دی وہ ماہ طلعت
اے بخم چرخ ملت روشن رہو تو دائم — اسلام تجھ سے زندہ توحید تجھ سے قائم
اسلام کا مرقع معصومیت کی دیوی — ملت کی آنکھ کی او نازک ترین پتلی
یہ عمر اور یہ کاہش یہ بہر وطن مبارک — یہ جاں فروشیاں ہوں سیمیں بدن مبارک
عشق وطن کا دریا سینوں میں موجزن ہو — دنیا کی عورتوں پہ ہو کاش تیرا پرتو"

(۴)

تپتا اک دشت غربت صحرا تھا گرم و سوزاں — اک بھاڑ بھن رہا تھا یا خاکِ دشت و میداں
جلتی وہ دوپہر کی آتش فروش لو تھی — میدان برق سوزاں بھوبل نما وہ ریتی
پڑنے سے پاؤں جس پہ چنگاریاں نکلتی — اس خاک پر قیامت منظر دکھا رہی تھی
خوں سے زمیں حنا گوں لاشوں سے پٹ تھا میداں — تھی سوگوار حسرت ارمان و یاس نالاں
میدان جنگ ساماں حرماں و درد کا تھا — شیرازہ منتشر تھا اسلام کے چمن کا
شیدا و جاں فروش و دل دادگانِ ملت — آغوش خاک میں تھے بیجان و ہوش و حرکت
تھے خاک جسم خاکی روحیں فلک کی نزہت — کیفِ سکوں نظر میں آنکھوں میں مسکراہٹ
رنگ طمانیت سی ہونٹوں میں دل نوازی — گرد رخ منور اک شان بے نیازی
تھا سامنے جواں اک تصویر جاں فروشی — آنکھوں میں تمکنت تھی پلکیں لہو میں ڈوبی
ملبوس پارہ پارہ مثل گل دریدہ — بالوں میں خاکِ الفت تن خاک میں طپیدہ
شاہد تھی چشم خونیں افسر یہ فوج کا ہے — رعب ہلال احمر رخ سے ٹپک رہا ہے
جبروتِ قوم تیکھی چتون سے تھا ہویدا — خونِ جبین نے بہہ کر رخ پہ ملا تھا غازہ
نبضوں کو جھک کے دیکھا تھا سانس کچھ بدن میں — پھولی سمائی لڑکی ہرگز نہ پیرہن میں

افسر کی گرد جھاڑی، پانی کا بوجھ رکھ کر
زخموں سے خون پونچھا جلدی سے پھاڑ چادر

جنرل کو ہوش آیا نازک نظر اٹھائی
معصوم حور صحرا خدمت میں اپنی پائی

ابرو کو دیکھ حرکت پانی کی سمت دیکھا
شوق نظر سے اپنی پانی کا قطرہ مانگا

لڑکی نے آب شیریں ڈالا لبوں میں اس کے
جب پیاس بجھ گئی تو افسر کے ہوش سنبھلے

لڑکی نے خوں فروشاں زخموں کی کی صفائی
پھاہے لگائے اپنے اور کچھ دوا لگائی

آئی توانیت تو افسر سنبھل کے بیٹھا
لڑکی کا ہاتھ تھاما نزدیک لے بٹھایا

ممونیت سے جو کچھ دل پر گزر رہی تھی
افسر کی چشم مرہوں تشریح کر رہی تھی

لڑکی کا حال پوچھا بولی وہ زہرہ سیما
"اے جاں فروش ملت دنیا میں ہوں میں تنہا

تھا باپ خادم دیں پرسوں وہ کام آیا
تھے پانچ بھائی میرے پانچوں ہیں عرش آرا"

کل جنگ پر وہ پانچوں سر کو کٹا گئے ہیں
قربان ہو چکے ہیں اور خون بہا گئے ہیں

کڑیل دلیر رستم لڑکے تھے دو چچا کے
شیروں کے سر سدا خم رہتے تھے جن کے آگے

کل شام میں نے ان کو میدان جنگ بھیجا
ان کا ہوا ہے دشمن دشمن کا ایک گولہ

تنہا میں اب ہوں افسر! ملت پہ ہونگی قرباں
اسلام پر تصدق اپنی کروں گی میں جاں

(۵)

میدان جنگ سطح محشر بنا ہوا تھا
آہ دل حزیں سے اندھیر گھٹ رہا تھا

گولوں کی برق پاشی توپوں کی شورشیں تھیں
امیدوار رحمت مسلم کی کاوشیں تھیں

رنگیں زمیں لہو سے خوں سے فلک بھی گلگوں
تازہ بہار پر تھا مسلم کا بخت واژوں

ستھراؤ ہو رہا تھا خنجر کی تھی بن آئی
دشمن کی تیغ عریاں اللہ ری صفائی

چہروں پہ یاس وحسرت رنج والم کا سایا
آنکھوں کی خامشی پر ابر ملال چھایا

چشم یتیم بیکس پیغام یاس وحسرت
بیوہ کا روئے غمگیں غربت سرائے عبرت

تھا اک گروہ نسواں اک سمت لشکر آرا
کم عمر ایک لڑکی جس میں تھی رجز پیما

حد سے بڑھا ہوا تھا شوق مئے شہادت — آنکھوں میں نرمتیں دل امید وار جنت
اتنے میں برق آسا دست ستم سے چھٹکر — آتش نصیب گولہ تھا عورتوں کے سر پر
تاریک تر تھی دنیا چھایا دھواں نظر میں — بادل پھٹا تو دیکھا خونیں زمیں کی بر میں
روحِ روانِ ملت حور مکانِ جنت — معصوم ایک پیکر درمانِ دردِ ملت
نو عمر ایک لڑکی جان باز راہ قومی — ڈوبی ہوئی لہو میں سر تا بہ پا پڑی تھی
بر میں لباس رنگیں مثل عروس نو تھا — رخسار پر لہو نے بہہ کر ملا تھا غازہ
آنکھوں سے کیف عشق اسلام تھا چھلکتا — نازک سی پتلیوں میں جوش طرب تھا اُمڈا
تھیں رحمتیں فراواں تھا نور رخ پہ قرباں — اے حور زندگانی اسلام تجھ پہ نازاں
صد مرحبا تجھے اے حسنِ نگارِ ملت — صد آفریں ہے تجھ کو رنگِ بہارِ ملت

بر نام ملک و ملت کردی فدا تو جاں را
تو می نمود شمع تعلیم مسلماں را

بی اماںؓ سے خطاب

اے کہ تیری ذات تھی سرمایۂ علم و عمل
اے کہ تیرا ہر ارادہ تھا نہایت ہی اٹل

اے کہ تو اک جوہرِ تیغِ دلِ اسلام تھی
تیری ہستی یادگارِ رونقِ ایام تھی

تیرے سینہ میں بھرا تھا بحرِ اسلامی کا جوش
تیرے اعضا میں رواں تھا ایک دریائی خروش

تیری رگ رگ میں دفورِ جوشش سیلاب تھا
تیرا ہر جذبہ ضیا رگوہرِ نایاب تھا

تیری ہستی شمعِ ہمت کیلئے آئینہ تھی
زندگی تیری چراغِ ملت دیرینہ تھی

تو نے مردہ زندگی میں روحِ تازہ پھونک دی
ہمت مجبور کو بخشی ہے تو نے زندگی

ایک شعاعِ نیرِ آسودہ رخت تھی تو
اس خزانِ زیست میں اک مادرِ ملت تھی تو

تو نے رمزِ قلبِ مخفی آشکارا کر دیے
معنیٔ علم و عمل پردہ سے بے پردہ کیے

مدعائے دل تیرا اک گوہرِ امید ہے
جو فضائے تار میں اک شعلہ خورشید ہے

تیرا ہر لمحہ منور ہر گھڑی نیرِ بہ دوش
زندگی تیری ہے مثلِ چراغِ ضو فروش

ظلمتِ ملت میں چمکا منور آفتاب
گلشنِ امید میں مہکا دیے رنگین گلاب

امتحانِ زیست میں تو کس قدر ہو کامیاب
ہر ورق تیری کتابِ عمر کا ہے خود کتاب

آ سکوتِ یاس میں مجھ کو بنا لے رازدار
آ رہِ امید میں مجھکو بنا لے کامگار

آ میرے کانوں میں بھی وہ روحِ پنہاں پھونک دے
زندگی میری بھی اک ماضی کا آئینہ بنے

آ جمالِ زار کو بھی رازدارِ دل بنا
زندگی اس کی بھی اک برقِ دلِ بسمل بنا

ؓ مولانا محمد علی مولانا شوکت علی کی والدہ

خالدہؓ خانم

خالدہ تو روشنیِ نیرِ اسلام ہے　　خانۂ ظلمات میں امید کا پیغام ہے
حسرتِ تاریکیِ شب میں چراغِ شام ہے　　اس زمانہ میں خدا کا آخری الہام ہے

مشعلِ امید کو تجھ سے ملی تابندگی　　نخلِ ارماں میں تری ہستی ہے اک نازک کلی
شعلۂ امید ہے تیرا چراغِ روشنی　　غنچۂ اسلام کو بخشی ہے تو نے زندگی

کس قدر جذبات تیرے زلزلہ انگیز ہیں　　کس قدر ادراک تیرے آرزو آمیز ہیں
حسیاتِ مضطرب کتنے تموج خیز ہیں　　گلشنِ امید میں جذبے تخیل ریز ہیں

حورِ ملت تو چراغِ ظلمتِ ایام ہے　　نورِ ملت تو تجلیِ مہِ اسلام ہے
ماہِ عزت تو نسیمِ صبح کا پیغام ہے　　تو جہاں میں مرہمِ زخمِ دلِ ناکام ہے

تیری چشمِ ماہ رو آئینۂ ذوقِ نہاں　　تیری زلفِ مشکبو تارِ ربابِ کامراں
تیری رگ رگ میں نہاں ہیں شعلہ برقِ طپاں　　بجلیِ امید ہے تیری نگاہوں میں نہاں

ماہتابِ لیست کو ہے تجھ سے زیبائی ملی　　حورِ ملت کو ترے جلووں سے رعنائی ملی
عیسیِ اسلام کو تجھ سے مسیحائی ملی　　مضطرب ذرات کو تجھ سے شکیبائی ملی

ؓ وزیرِ تعلیم ٹرکی

چشمۂ حیواں ہے تو بہر لبِ تشنہ ترین — ہے چراغِ آرزو بہر دلِ حسرت نشین
غنچۂ توحید میں تیرے یہ لب ہائے سیمیں — تو سراپا پۂ تو صد جلوۂ پردہ نشین

اے مہ امید۔ شمعِ مدعائے سینہ ہو — اے چراغِ آرزو ماضی کا اک آئینہ ہو
خالدہ اُٹھ، عکسِ شمعِ جوشش دیرینہ ہو — اس گلستانِ خزاں میں اک گلِ پارینہ ہو

دور کر یہ ظلمتِ شامِ شبِ حسرت نواز — پھر مٹا آئینۂ دل سے ذرا رنگِ مجاز
اے بہارِ زندگی گلشن میں ہو جنت طراز — پھر دلِ آوارہ میں بھر دے ذرا حسنِ نیاز

دشتِ وحشت آفریں میں پھر چمن پرواز ہو — اے مہ گل خانۂ ملت تجلی ساز ہو
گوشۂ خاموش میں پھر محشر آواز ہو — آ۔ جمالِ ناز سے شمعِ ضیا پرواز ہو

یادِ خاتون[۱]

اُداس دل کی حقیقت کا کیا بیاں کیجئے
لبِ طپیدہ کو کیا واقفِ فغاں کیجئے

جہاں میں آہ کسے اپنا رازداں کیجئے
کسی سے حالتِ دل ہائے کیا بیاں کیجئے

کسی شگوفۂ عالم پہ اعتبار نہیں
کسی سے لطف محبت کا سازگار نہیں

بہارِ باغ کو دو چار دن قیام نہیں
چمن میں جی کے بہلنے کا انتظام نہیں

شمیمِ غنچہ معطر کنِ مشام نہیں
فسانۂ گل و بلبل کو کچھ دوام نہیں

نگاہِ یاس کو تصویرِ خواب ہے دنیا
نظر کے سامنے مثلِ سراب ہے دنیا

سنبھل کہ کشتیِ امید کو قرار نہیں
ٹھہر کہ موجِ جوانی کا اعتبار نہیں

یہ عہدِ زیست ہے غافل دمِ بہار نہیں
یہاں کی عشرتِ امید پائدار نہیں

یہ نقشِ صفحۂ عالم حباب فانی ہے
یہ کیفِ نغمۂ المناک سی کہانی ہے

خزاں نے چن کے اجاڑے وہ پھول گلشن کے
مشامِ زیست معطر تھا جن کی خوشبو سے

نگاہِ شوق میں تھا اضطراب جن کے لئے
وہ پھول ایک ہی جھونکے میں ایسے کملائے

کہ ان کا شاخ پہ کھلنے کا بھی نشاں نہ رہا
کوئی شگوفہ نہ ان کا نوحہ خواں رہا

انہی شگوفوں میں ایک نودمیدہ غنچۂ تر
حسین نازک و شیریں جمیل و خوش منظر

لطیف دلکش و زیبا عجیب و گل پیکر
کہ جس کی شان نفاست سے ہو نظر ششدر

وہ جس کی دید سے دل پر سرور ہو جائے
وہ جس کو دیکھ کے آنکھوں میں نور ہو جائے

وہ آنکھ جو کہ حقائق کا ایک دریا تھی
وہ رخ کہ جس کی تجلی علوم افزا تھی

وہ بت کہ جس کی خموشی بھی زمزمہ زا تھی
لبوں کی جنبشِ نازک نمودِ نغمہ تھی

وہ گفتگو کہ جسے آبروئے علم کہیں
وہ طرزِ نطق کہ جس سے گلِ مراد کھلیں

[۱] فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

وہ فخر قوم جو اک شمع زندگانی تھی
جہاں میں عظمت رفتہ کی اک نشانی تھی

کہ جس کی زیست سے وابستہ کامرانی تھی
نظر کو راہ ترقی جسے دکھانی تھی

وہ جس کا ہر قدم اک نقش غیر فانی ہے
وہ جس کی یاد بھی امید کی کہانی ہے

ہماری بزم میں وہ شمع زندگی نہ رہی
نگاہ تیرہ میں اب کوئی روشنی نہ رہی

خموش محفل نسواں ہے تازگی نہ رہی
بہار باغ کی دنیا میں اب خوشی نہ رہی

وہ عندلیب کہ نغموں میں جس کے ندرتھی
چمن کی گود کو افسوس کر گئی خالی

یہ داغ دل سے مگر آہ مٹ نہیں سکتا
یہ نقش لوح جہاں پر سے ہے تا ابد زندہ

یہ زخم دل کی رگوں میں جمال ہے ایسا
ہر ایک سال لگائیگا جس کو ایک چرکا

ہمیشہ آنکھ کو ماتم رہیگا خاتون کا
بہے گا زخم سدا آہ چشم پرخوں کا

پیاری بہنوں سے

سحر ہو گئی روشن سر بسر ہے — منور فضائے رخ بحر و بر ہے
چمن زار ہر برگ و شاخ شجر ہے — ترنم چکاں نغمۂ بادِ سحر ہے

ہیں شاداب بوٹے ہیں سرسبز پتے
ضیا پاش ہے خاک روشن ہیں ذرے

ہوئی روشنی سے فضا نور افشاں — درخشاں ہوئی چشم صبح گلستاں
کھلے چار جانب گل خندہ ساماں — چھڑکتی ہے شبنم جو رخ گل پہ افشاں

ترقی کی کرنیں خراماں ہیں ہر سو
فضاؤں میں پھیلی تمدن کی خوشبو

زمانہ کو تعلیم کی دھن لگی ہے — تمدن کی تنویر چھائی ہوئی ہے
ہر اک گل میں بوئے ترقی بسی ہے — ہر ایک قوم نیر کو شرما رہی ہے

کہیں کٹ گئیں وہ مصیبت کی راتیں
سحر ہو گئی جاگ اٹھیں پیاری بہنیں

ذرا آنکھ کھولیں نظر اک اٹھائیں — ترقی کو اولاد آدم کی دیکھیں
زمانہ کی حالت سے اٹھ کر سبق لیں — مصیبت پہ اپنی نظر ایک ڈالیں

ہے تہذیب کی مے سے مخمور دنیا
وہی حال بہنو ہے لیکن ہمارا

مری پیاری بہنو یہ دنیا کے دھندے — نہیں چین جو ہم کو اک لمحہ دیتے
چکاتے ہیں ہم یہ جو بچوں کے جھگڑے — ہیں شوہر سے اکثر جو یہ طعن سنتے

ہمارے گھروں کا جو یہ ماجرا ہے
ذرا اصلیت اس کی دیکھیں تو کیا ہے

یہ بچے جو لڑتے ہیں آپس میں ہر دم ہمارے سروں پر جو شورش ہے پیہم
جو کہتے ہیں یہ ناک میں اپنے ہے دم شرارت سے انکی جو نالاں ہے عالم

یہ ہیں آج افسوس جو ایسے بگڑے
ہماری جہالت کے ہیں یہ نمونے

نہیں بھائیوں اور بہنوں میں الفت نہ کچھ بھائیوں ہی کو لیئے محبت
نہ ان کو نماز اور روزے کی حاجت نہ پرواہ وطن کی نہ کچھ ورز و ملت

نہ تعلیم پانے سے افسوس بہنو
یہ اولاد کا اپنی احوال دیکھو

اگر گھر میں آئیں ولی عہد عالی تو چھاتی ہے اک موت کی سی خموشی
ہیں ماتھے پہ شکنیں ہے آنکھوں میں سرخی اگر کوئی بولا تو شامت ہی آئی

اٹھیں والدہ دوڑ کر لائیں کھانا
سلفچی و لوٹا ادہر لائی ماما

زبان پر جو رکھا تو بدلے ہیں تیور نگاہوں میں چمکے ہیں غصہ کے نشتر
چھناکے کی آواز سے دوڑیں مادر نرا لا تماشا یہاں دیکھا آکر

زمین پر ہے سالن ادہر رو میں روٹی
کٹورے ہیں اوندہے لڑھکتی ہے کشتی

وہی نور عینین معصوم پیارے وہ ہی طفل شیریں ہمارے دلارے
جو تھے زندگانی کے اپنے سہارے وہ ہی نخل امید تھے جو ہمارے

ہزاروں امیدیں تھیں وابستہ جن سے

دکھاتے ہیں وہ آج ایسے کرشمے

ہوئے آج وہ اس طرح دل کا خلجان
بنایا انہوں نے ہمیں یوں پریشان
ان ہی کے تصور میں غلطاں و پیچاں
ہیں اعمال سے ان کے دن رات حیراں

نہ والد کے اپنے روادار ہیں یہ
اور "اماں" کی صورت سے بیزار ہیں یہ

کہیں باپ کے ہو رہے ہیں مقابل
کہیں ماں کو فرما رہے ہیں یہ جاہل
کہیں بیبیوں پر ہے اک حشر نازل
ہے ہر وقت غمگین ہمشیر کا دل

ہیں یہ نسل آدم کہ حیوان ہیں یہ!
وہی اشرف مخلوق انسان ہیں یہ؟

جو دیکھیں سبب اس کا معلوم ہوگا
ہے یہ پرورش کا ہماری نتیجہ
ہمیں پر سراسر ہے الزام اس کا
ہماری جہالت کا ہے یہ تقاضا

گر اے کاش ہم آج جاہل نہ ہوتے
تو کیوں گھر کے ہوتے ہمارے یہ نقشے

مری بہنو ہم کو جہالت نے مارا
جہالت نے ہندوستان کو گرایا
جہالت نے باغِ وطن کو اجاڑا
جہالت نے اپنا سفینہ بہایا

جہالت نے کی غرق عورت کی کشتی
جہالت نے روکی وطن کی ترقی

جہالت سے ناقص ہے مشہور عورت
جہالت سے عورت ہے اک ننگِ ملت
زمانہ کو ہے اس کی ہستی سے نفرت
وطن کی ہے دشمن ہماری جہالت

جو تہذیب کچھ صنفِ نسواں میں ہوتی
نہ منہ ہند کو آج دکھلاتی پستی

نہ پھنستے مصیبت کے گرداب میں ہم	نہ ہوتی جفائے فلک ہم پہ پیہم
نہ آج ہم پہ اس طرح ہنستا کُل عالم	زمانہ میں ہوتے نہ یوں سرنگوں ہم

جو تعلیم خاتونِ ہندی بھی پاتی
نحوست نہ یوں آج انگلی دکھاتی

جہالت سے محکوم عورت بنی ہے	جہالت نے مٹی پلید اس کی کی ہے
جہالت سے اپنی یہ حالت ہوئی ہے	جفا ہم پہ مردوں کی اتنی بڑھی ہے

سہیں ظلم بے حد نہ ہم لب ہلائیں
وفا سے نہ پاؤں ذرا ڈگمگائیں

شریعت سے پردہ سوا ہے ہمارا	ہے زندان خانہ میں اپنا گزارا
نہیں روشنی کا کہیں اک شرارہ	نہیں بحر تاریک تر کا کنارا

نہیں علم دنیا میں کیا ہو رہا ہے
خبر ہی نہیں شمع تہذیب کیا ہے

جہالت سے مردوں کی سختی میں آئے	جہالت سے یہ ظلم ہمنے اٹھائے
جہالت ہی نے ہمکو یہ دن دکھائے	کہ دشمن ہمارے ہیں اپنے پرائے

سمجھتے ہیں عورت کی ہستی ہی کیا ہے
کہ قرآن نے مردوں کو حاکم کہا ہے

ہو وہ باپ بھائی کہ بیٹا کہ شوہر	نگاہوں میں ان سب کی عورت ہے احقر
سمجھتے ہیں سب ہی ذلیل اور بد تر	ہیں تحقیر کرنے میں یہ سب برابر

فقط اک جہالت نے کی ہے یہ حالت
جو عورت سے رکھتے ہیں یہ اتنی نفرت

بہت طول ہے داستانِ پریشاں	کہاں تک سناؤں غمِ دردِ پنہاں

جو حالت ہے اپنی ہے سب پر نمایاں ہے دنیا کو معلوم یہ حالِ نسواں
مری پیاری بہنو یہ غفلت کہاں تک
ہماری یہ غمناک حالت کہاں تک

ذرا ہمتیں اپنی مضبوط کیجئے بہت راہ منزل میں اٹکے ہیں روڑے
ہے ہمت سلامت تو ہوں لاکھ خطرے قطع ہو ہی جائیں گے دشوار رستے
جو ہمت کریں سب نہیں دور منزل
بڑھاؤ تو کشتی ہے نزدیک ساحل

نہ گھبراؤ اس ظلمت زندگی سے بڑھے جاؤ پاؤں ہٹانا نہ پیچھے
ڈرائیں ہمیں لاکھ دشوار رستے مگر خوف کھانا نہ ہرگز کسی سے
ترقی کی راہیں کھلی ہیں سراسر
نہیں کوئی ساتھی تو ہے ہم کو کیا ڈر

ہمارا معاون خدائے جہاں ہے وہ ہی رہنمائے رہِ کارواں ہے
جدھر دیکھئے اپنا رہبر وہاں ہے اسی کے بھروسے زمین و زماں ہے
اسی کے سہارے بڑھاؤ یہ کشتی
ہو مقبول نسواں جمالہ کی عرضی

باب سوم

ترانہائے ملّیہ

فہرست متعلقہ باب سوم

سوگوار وطن

کیا پرسشِ حالِ الم ہوں کشتۂ تیغِ ستم
واماندۂ صحرائے غم حسرت نوازِ چشمِ نم
سودا نیہر حسرت شیم خونیں قلم خونیں رقم
اے خون شدہ تارِ نظر

ناکامیابِ جستجو محرم رنگِ آرزو
آوارہ ہر سو مثلِ بو برباد و خستہ کو بکو
آنکھیں ہیں اک جوئے لہو ہیں زخم محتاجِ رفو
اف اے جنونِ چارہ گر

میں نالۂ جان کاہ ہوں میں زخمِ دل کی آہ ہوں
میں کشتۂ ناگاہ ہوں گم حال ہوں گم راہ ہوں
دور از غم صد جاہ ہوں میں راندۂ درگاہ ہوں
کیا پوچھنا اے دردِ سر

اک ہستیٔ برباد ہوں اک تربیت ناشاد ہوں
پابستۂ صیاد ہوں میں کشتۂ جلاد ہوں
لذت کشِ بیداد ہوں محروم از فریاد ہوں
سن اے زبانِ اشکِ تر

بیگانۂ منزل ہوں میں گم کردۂ ساحل ہوں میں
وارفتۂ محمل ہوں میں دیوانۂ قاتل ہوں میں

آوارہ دل بسمل ہوں میں برباد مستقبل ہوں میں
اف اے حیات بے خبر
میں آہ خون انجام ہوں میں بسمل آلام ہوں
محروم ہوں ناکام ہوں غم حال ہوں غم مام ہوں
اک درد کا پیغام ہوں میں کشتۂ ایام ہوں
اے وحشت صحرا بسر
خونیں ہوں خون ساماں ہوں میں مجروح صد پیکاں ہوں میں
شمع شرر افشاں ہوں میں اک آتشیں داماں ہوں میں
صد ابر دوش گریاں ہوں میں شام غم ارماں ہوں میں
اے آرزوئے خون نظر
جلتا ہوا جگنو ہوں میں ٹپکا ہوا آنسو ہوں میں
بکھرا ہوا گیسو ہوں میں بھٹکا ہوا آہو ہوں میں
الٹا ہوا جادو ہوں میں ٹوٹا ہوا بازو ہوں میں
اے ہمت خستہ اثر
اشک شب دیجور ہوں حسرت زدہ مجبور ہوں
مجنوں صفت مشہور ہوں آتش زدہ ہوں طور ہوں
اس حال میں مسرور ہوں رِستا ہوا ناسور ہوں
اے لذت درد جگر
خون آفریں تحریر ہوں حسرت زدہ تقریر ہوں
شرح غم دلگیر ہوں حسرت کی اک تفسیر ہوں
برباد چرخ پیر ہوں اک آہ بے تاثیر ہوں

اف اے دعائے بے اثر

پابستۂ زنجیر ہوں   میں کشتۂ شمشیر ہوں
بگڑی ہوئی تقدیر ہوں   شوریدہ مو تصویر ہوں
خوابِ الم تعبیر ہوں   مجروح دل نخچیر ہوں

ہاں اے دلِ خستہ جگر

پھوٹی ہوئی قسمت ہوں میں   لوٹی ہوئی تربت ہوں میں
پامال صد آفت ہوں میں   بیگانۂ راحت ہوں میں
ویرانۂ وحشت ہوں میں   غم نامۂ حسرت ہوں میں

اے نالۂ آتش بسر

اب اسے خاموش کر   یہ نالہ وحشت اثر
کر لے رفو چاکِ جگر   دے توڑ تارِ اشک تر
اے حسرتِ دل الحذر   تا کے یہ آہ پُر شرر

اُف اے جمالِ در بدر



میں کون ہوں

کون ہوں میں کیا بتاؤں ہم نوا اُف کچھ نہ پوچھ
یاس و حسرت کی میں اک کالی اندھیری رات ہوں

کون ہوں میں کیا بتاؤں اے ستم گر کچھ نہ پوچھ
اک قتیلِ یاس کے حسرت زدہ جذبات ہوں

دل کی ویرانی کا کیا غم کیجیے جب لے جنوں
منزلِ الفت میں میں خود کشتۂ آفات ہوں

بیخودی اور بے کلی یہ اقتضائے درد ہے
ورنہ میں تو حسرتوں کی ایک مردہ رات ہوں

دہر میں باقی نظامِ یاس و حسرت مجھ سے ہے
سوگ کا بادل ہوں میں خوں بار اک برسات ہوں

روشنی کی اک لپک لیکن بعید و دور تر
ان اندھیرے جنگلوں میں بستۂ ظلمات ہوں

کیا بتاؤں کون ہوں میں اے جمالِ مضطرب
حالتِ قومی پہ اک خوں رونے والی رات ہوں



عیدِ وطن

انجم سحر میں سیفِ قمر میں
حسنِ شجر میں صد برگِ تر میں
برقِ شرر میں جوشِ اثر میں
رنگِ ثمر میں کیفِ نظر میں
ہر بحر و بر میں تابِ گہر میں
رنگینیاں ہیں۔ گل چینیاں ہیں
زرّینیاں ہیں۔ شیرینیاں ہیں
جوئے رواں میں موجِ دواں میں
سوزِ بیاں میں سازِ فغاں میں
رنگِ جہاں میں حسنِ عیاں میں
نکہت چکاں میں سرو چماں میں
انجم فشاں میں یا آسماں میں
ہے شادمانی۔ شکر زبانی
خندہ چکانی۔ غنچہ فشانی
زلفِ صبا میں موجِ حیا میں
سحر ادا میں تابِ ضیا میں
سازِ فضا میں سوزِ ہوا میں
جوشِ نوا میں سکرِ خلا میں

شانِ وفا میں حسنِ جفا میں
ہے اک تکلم۔ کیفِ ترنم
موجِ تبسم۔ جوشِ تلاطم
صد رنگ و بو میں ساغر سبو میں
آب وضو میں صد شست و شو میں
نغماتِ کو میں لذاتِ ہو میں
کیفِ نمو میں ہر آرزو میں
خم ہائے ہو میں موجِ گلو میں
ہے ماہ دوشی۔ تابش فروشی
جرعات نوشی۔ لذاتِ گوشی
صحنِ حرم میں لوح و قلم میں
شبنم کے غم میں چشماتِ نم میں
برقِ ستم میں گیسو کے خم میں
شمعِ حرم میں موجوں کے خم میں
ہے کیف باری۔ نزہت نگاری
بہجت نثاری عشرت گساری
یہ حسنِ فطرت۔ یہ برقِ عشرت
غنچوں کی نکہت محوِ لطافت

پھولوں کی نزہت کیف نزاکت
دل میں حرارت آنکھوں میں عشرت
وجہ ھلاکت سامانِ زینت
رنگیں چمن ہے ۔ زریں سمن ہے
گل خندہ زن ہے لب پر شکن ہے

اف ایک میں ہوں اے بخت واژوں
پامال گردوں برباد و محزوں
آنکھیں ہیں پرخوں لب ہیں شرر گوں
حسرت ہے افزوں نالے ہیں موزوں
اُف سوز بیروں حسرت ہے مکنوں
لب پر فغاں ہے رگ رگ طپاں ہے
دل سرگراں ہے حسرت نہاں ہے

مجبورِ قسمت ناکامِ راحت
مایوسِ شوکت محرومِ رفعت
برباد حالت پامال حسرت
جوشِ ندامت پیغام عبرت
تحریک غربت تصویرِ عسرت
صحرائے غم ہے اور چشم نم ہے
دل میں الم ہے شکرِ ستم ہے

یہ سوگواری یہ غمگساری
یہ بے قراری یہ اضطراری

حسرت نثاری آنکھوں کی زاری
الام داری اوہام گاری
صد اشکباری آنکھوں کی زاری
اف قلب مضطر حالت ہے ابتر
نالے ہیں لب پر آنکھیں ہیں خوں گر

دل کی نشانی غم کی کہانی
سوزش چکانی شعلہ فشانی
اخگر بیانی دل کی زبانی
سوزِ نہانی اور بے زبانی
آنکھیں ہیں پانی ہیں زخم دہانی
اے عید رخشاں یہ ہیں پریشاں
حسرت بداماں وحشت بداماں

مایوسیاں ہیں ناکامیاں ہیں
بیچینیاں ہیں بے کیفیاں ہیں
غم گینیاں ہیں خوں ریزیاں ہیں
شعلے نہاں ہیں شکوے عیاں ہیں
آنکھیں فغاں ہیں خونیں بیاں ہیں
اے عید روشن بگریز از من
ہوں دور گلشن جنگل ہے مسکن

اب قلب الجھا اب ہوش بگڑا
اب ہاتھ بہکا اب جام چھلکا

اٹھا ہے نالہ جلتا ہے صحرا
اب حشر اٹھا اب فتنہ جاگا
اُف ہوا کیا کیوں قلب تڑپا
سوز بیاں سے درد گراں سے
حسن فغاں سے آہ نہاں سے
دل کانپ اٹھا ہے گھبرا گیا ہے

لب آہ زا ہے شعلہ اٹھا ہے
غم بڑھ گیا ہے دل مٹ رہا ہے
کیا ماجرا ہے شامِ بلا ہے
مضطر ہوا ہے غم گین فضا ہے
اشکوں کا دریا آنکھوں سے پھوٹا
رخصت جمالہ رخصت جمالہ

جرمِ حیات

شمع مزارِ غم کی برباد روشنی ہوں
خاموش رات میرے جذبات کی گھٹا ہے
حسرت نصیبیاں ہیں میری نظر سے پیدا
بوئے بہارِ ارماں ہر سانس میں نہاں ہے
تربت ہے یاس و غم کی پیغام صد لعیت
اجڑی ہوئی نظر کا آئینہ الم ہوں
حسرت بھرے دلوں کا اک جذبۂ الم ہوں
اڑتا غبار ہوں میں صرصر کی ٹھوکروں میں
مٹتی ہوئی سحر کا رنگ خموش ہوں میں
پروانہ وفا کا ہوں ایک پر شکستہ
اک سوگوار یا دل برسات کا ہوں یعنی
بسمل کا رقص آخر ہے میری تیلیوں میں
میں کون ہوں جمالہ جرم حیات ہوں میں

ماہِ شبِ جنوں کی مایوس چاندنی ہوں
تصویرِ خاموشی ہوں برباد خاموشی ہوں
میں حرفِ بیکسی ہوں یا خود ہی بیکسی ہوں
گلہائے منتشر کی ٹوٹی سی پنکھڑی ہوں
اور اُس پہ اک دیا ہے میں اسکی روشنی ہوں
ٹوٹے ہوئے دلوں کی تصویرِ بیکسی ہوں
مایوس ہستیوں کی مایوس زندگی ہوں
برگِ خزاں زدہ کی افسردہ زندگی ہوں
ماہ سحر کی یعنی مایوس روشنی ہوں
شمع شبِ الم کی اک آخری ہنسی ہوں
فرقت نصیب کوئل کا سوز زندگی ہوں
اک کشتہ ستم کا میں خون آخری ہوں
قومی سرود و غم کی غمناک بانسری ہوں

خونابۂ دل

خوں کی نہریں داستانِ دل کا عنواں ہوگئیں
آبلہ سائی سے آنکھیں گُل بداماں ہوگئیں

ہائے اے ہمدم میری افسردہ سامانی نہ پوچھ
دل کی حسرت زائیاں وحشت کا ساماں ہوگئیں

شامِ غم! تاریکیاں خاموشیاں بڑھنے لگیں
میری آنکھیں خود بخود شبنم بداماں ہوگئیں

ہیں کٹورے میری آنکھوں کے چھلکنے کے قریب
سیلِ آبِ اشک سے پلکیں جو لرزاں ہوگئیں

نغمۂ محفل میں میں ہوں یعنی اک تصویرِ یاس
شمع کی خاموشیاں بھی مجھ پہ قرباں ہوگئیں

ٹمٹماتا سا چراغِ آرزو سینہ میں ہے
دل کی ظلمت زائیاں جس سے درخشاں ہوگئیں

اے جمالِ مضطرب خاموش اب بہرِ خدا
تیری نغمہ زائیاں حسرت کا طوفاں ہوگئیں

وطن کی جوگن

جب بزمِ فلک پر سیّارے کچھ چھل بل چھل بل کرتے ہیں
جب بادہ شبنم سے غنچے ساغر اپنے بھرتے ہیں
ہر دنیا پہ ہر منظر پر خاموشی طاری ہوتی ہے
سکرات کا عالم ہوتا ہے خلقت چین سے سوتی ہے
جب نُورا بلتا رہتا ہے مہتاب کے عشرت خانوں سے
جب بادۂ شبنم چھنتی ہے سیّاروں کے پیمانوں سے
مخمورِ لتسکر ہو ہو کر جب چاند بہکتا چلتا ہے
جب سیم فروشاں لہروں میں یہ کافر منظر ڈھلتا ہے
صحرا کی فضا میں چھپکر جب شبنم ٹپ ٹپ روتی ہے
پیتوں میں چھپا کر سر اپنا جب کالی کوئل سوتی ہے
جب موجوں کی سیمائی میں کچھ تارے ڈگمگ کرتے ہیں
صحرا کے ستم گر منظر جب اُف جگمگ جگمگ کرتے ہیں
خاموش فضائے گلبن میں جب غنچے غافل ہوتے ہیں
جب گیسو والے سیجوں پہ میٹھی نیندیں سوتے ہیں
جب بچے سوتے رہتے ہیں خاموش کنارِ مادر میں
جب مائیں نیندیں لیتی ہیں اک کیف وسکون کی چادر میں
کہسار کے اس سنّاٹے میں جب طائر ساکت ہوتے ہیں
اس چوٹی پر میں ہوتی ہوں جس کے پتھر سوتے ہیں

ہوتی ہے گلے میں اک کفنی اور آہ میں نالے ہوتے ہیں
جذبات کی غم افزائی سے سب منظر کالے ہوتے ہیں
ہوتی ہے جگر کی ٹیس فزوں دل سینہ میں بھر آتا ہے
یہ گیت وفور حسرت میں پھر چپکے چپکے گاتا ہے
اے عشق وطن کے دیوانو ہے حال وطن اب عبرت افزا
آنکھیں کھولو مستانو یہ نیندیں ہیں بربادی زا

کنیز وطن

اے میری مہترانی یہ تیری سرگرانی
ساری ہے زعفرانی آنکھیں ہیں کہکشانی
جاتی ہے تو کہاں
کیوں ہے تو سرگراں

آنکھوں میں اک چمک ہے پتلی میں اک دمک ہے
رفتار میں لچک ہے بالوں میں اک مہک ہے
تیری جبین ناز
معصومیت کا راز

تیرا خرام سادہ معصوم تیرا جلوہ
نادان تیرا عشوہ انمول تیرا غمزہ
اپنی نظر اٹھا
کچھ حال دل سنا

خم ہے تیری کمر بھی مخمور ہے نظر بھی
ہو اک نظر ادھر بھی جھک جائیگا قمر بھی
خاموش یوں نہ جا
بس اک نظر اٹھا

تیری جھکی نگاہیں ہیں سادہ تری ادائیں
نظریں جدھر بھی جائیں معصومیت لٹائیں
معصوم سادگی
آنکھوں میں روشنی

ہے بوجھ سر پریشاں پھر بھی نظر ہے خنداں
حالت یہ اپنی ارزاں تو ہے بہار شاداں
کچھ درد سر نہیں
اپنی خبر نہیں

تو نازشِ وطن ہے   تو قلب کی پھبن ہے
رنگینیٔ چمن ہے   ہر وقت خندہ زن ہے
تو وجہِ ناز ہے
عصمت طراز ہے
دل کی ہے میری راحت   سرمایہ دارِ جنت
یہ تیرا حالِ غربت   ہے ایک عجب دولت
تو مایۂ حشم
تو مصدرِ کرم
تو دل میں تازگی ہے   آنکھوں میں روشنی ہے
تصویرِ خامشی ہے   سامانِ بیخودی ہے
تیری نگاہِ ناز
ہے مخزنِ نیاز
ہے نیرِ محبت   خالق کی زندہ رحمت
سرمایہ دارِ نکہت   دور از خیالِ راحت
ہر وقت محوِ کار
خدمت میں ہوشیار
رنگینیٔ سحر ہے   پھیکا رخِ قمر ہے
نرگس میں ایک اثر ہے   ہر برگ تازہ تر ہے
غنچے چٹک گئے
اور گل مہک گئے
بادِ صبا کے جھونکے   پتوں کو دے کے جھٹکے

شبنم کے نرم قطرے   تاروں سے مانگ لائے
دنیا ہے محوِ خواب
ہے نیند سیلِ آب
ناطورۂ سمن بو   آوارہ ہے مگر تو
آنکھیں بنا کے جادو   پھرتی ہے لیکے جھاڑو
دنیا نہیں اٹھی ہے
لیکن تو سو چکی ہے
ہے فصلِ برف افزا   سردی ہے رعشہ آرا
ہے محوِ خواب دنیا   تو اے غزالِ رعنا
مدہوش و محوِ کار
خدمت میں ہوشیار
آوارہ ہے فضا میں   اس برف کی گھٹائیں
سڑکوں کی یخ ہوائیں   کھڑکی اس پروائیں
خوش باش واہ واہ
کیا کہنا مرحبا
عالم ہے محوِ ساماں   آتش بزیرِ داماں
اے نکہتِ پریشاں   تو پھر رہی ہے حیراں
ہمت یہ تیری واہ
ناطورہ اشک ماہ
خدمت کا تیری عالم   اور یہ فضائے پُرنم
زلفیں ہیں تیری برہم   تو بہرِ قلبِ پُرغم

ہے درس زندگی
اک شمع روشنی
بارِ کثیف لے کر تو پھر رہی ہے گھر گھر
شاباش اے سمن بر نازک یہ تیرا پیکر
اور یہ خدمتیں
دن رات محنتیں
کارِ کثیف سب سے چھانٹا ہے آہ تو نے
گھبرائے قلب سن کے ہیں ایسے وہ کام گندے
ہیں تجھ پہ منحصر
کرتی ہے بے خطر
نازاں وطن ہے تجھ پر تو قوم کی ہے رہبر
دیتی ہے درسِ یکسر کھول آنکھ اے تونگر
آ۔ دیکھ ادھر ذرا

کچھ عقل و ہوش لا
ہو نازشِ وطن تو کرمہ کو ضو فگن تو
دل سے مٹا محن تو بن نزہتِ چمن تو
بس اب اٹھا نظر
لے دل پہ کچھ اثر
ادنیٰ سی مہترانی ہے محوِ کارِ قومی
تجھ کو نہیں خبر بھی کب تک یہ بے نیازی
ہے قوم پر نثار
دل اپنا کر فگار
کہتی ہے حال مخفی ادنیٰ سی مہترانی
کب تک یہ خواب نوشی اے محوِ خوابِ ہستی
اُٹھ اب ذرا جمال
عالم کا دیکھ حال

پریشانِ حیات

آہ آوارہ میں غم خیزی کے عنواں ہیں نہاں
نالۂ خاموش سے اسرار مخفی ہیں عیاں

زخم دل آئینۂ حال لب خاموش ہے
ایک قطرہ اشک کا کس درجہ حسرت نوش ہے

آہ جو دل سے نکلتی ہے وہ شعلہ بار ہے
اشک جو آنکھوں سے ٹپکا خون قلب زار ہے

حال ناکامی قسمت آہ اے ہمدم نہ پوچھ
میرے دل کے آبلوں کی سرگذشت غم نہ پوچھ

حسرتیں برباد ہیں تیغ ستم کے سامنے
آرزوئیں خاک ہیں جوشِ الم کے سامنے

محو ماتم ہر نفس میرا دل برباد ہے
لب پہ نالے ہیں دل خاموش میں فریاد ہے

دل سراپا یاس ہے میں اضطراب ہی رہا ہوں
اس چمن کی سبزیوں میں ایک ناگن رہا ہوں

شعلہ باری دل کے نالوں کی بھی خاموش ہے
آہ کی آتش چکانی صد جراحت نوش ہے

خوں چکانی آنکھ کی خاموشی جذبات ہے
ہر نظر محو سیاہی شب ظلمات ہے

میری آہوں سے برستے ہیں شرار متصل
میری آنکھوں سے بکھرتے ہیں شرر آتش دل

داستان درد دل افسانۂ خاموش ہے
زخم دل پہ ہر نفس یعنی جراحت نوش ہے

اشک آنکھوں سے ٹپک کر زیر دامن سو گئے
زخم دل حالت پہ میری تا بہ امکاں رو گئے

غم نصیبی سے فضائیں غم اثر ہوتی رہیں
آہ باری سے ہوائیں منتشر ہوتی رہیں

دل کی حسرت یاریاں لیکن ہوں کس صورت سے کم
کس طرح خاموش ہو یہ چشم خون آلود نم

سوز قومی دل کی رگ رگ میں شرر پرواز ہے
یہ جمالِ غم چکاں افسانۂ غم ساز ہے

پرتو یاس

کیوں سرخ چشم ہے تو اے نرگس شگفتہ
کیا میرے زخم دل کا کچھ تو نے حال دیکھا

کیوں کر رہا ہے اے گل دل اپنا پارہ پارہ
دیکھا ہے تو نے شاید یہ چاک چاک سینہ

غنچے نے کیوں یہ کر دی ہر پنکھڑی پریشاں
شاید ادھر سے گزری ہے میری آہ سوزاں

پھرتی ہے کیوں پریشاں باد نسیم خوش رو
کچھ درد دل کا میرے شاید پڑا ہے پرتو

بلبل کا نالۂ دل کیوں درد سے بھرا ہے
کیا زمزموں سے میرے کچھ اسکو واسطہ ہے

کیوں سوگوار کوئل نغمے سنا رہی ہے
کیا درد دل کے میرے یہ گیت گا رہی ہے

شبنم کے نرم آنسو چپ چپ ٹپک رہے ہیں
کیا میرے زخم دل کے ساغر چھلک رہے ہیں

کیوں رو رہی ہے یارب یہ رات کالی کالی
میری سی اس نے اپنی تصویر کیوں بنا لی

پھرتا ہے کیوں پریشاں راتوں کو چاند یارب
آوارگی دل سے شائد اسے ہے مطلب

دن بھر تپش چکاں ہیں سورج کی گرم کرنیں
ان کو جلا رہی ہیں کیا میری گرم آہیں

فطرت کا ہر نظارہ کیوں درد سے بھرا ہے
حال جمال محزوں ہر چیز میں چھپا ہے



تراوش ابر میں

اُف گھٹائیں آسمانی صد لآلی بیز ہیں — بادلوں کے سرمئی ٹکڑے ہیں رفتارِ جنوں
قطرہ ہائے ابرِ باراں صد ترشح ریز ہیں — ہلکی ہلکی یہ ہوائیں ناز گفتار جنوں

اُٹھ رہی ہیں شوخ موجیں پردہ ہائے ابر میں — کچھ چمک سی دوڑ جاتی ہے رُخِ گلزار پر
کانپتی ہیں بجلیاں صد جلوہ ہائے ابر میں — رولتی ہیں نرم موتی دامنِ گلزار پر

ڈالیاں ہیں نیم کی نمناکیوں میں سرنگوں — سبزہ دامانِ گلشن منبع گوہر فروش
ہے خمارِ چشمِ نرگس کو شر رنگیں فسوں — اڑتی پھرتی ہیں سنہری بجلیاں نغمہ بدوش

چل رہی ہے تازیں ڈوبی ہوئی رنگیں صبا — نرم و نازک ہونٹ گل کے اوس میں بھیگے ہوئے
بارشِ صہبا سے ہے مخمور تر چشمِ فضا — سبز پتے رنگِ شرمِ حسن میں ڈوبے ہوئے

مرتعش لمسِ صبا سے نونہالانِ چمن — ہیں نسیمِ مست کے جھونکے تقاطر آفریں
چٹکیوں سے پھول کی مسکا ہر دامانِ چمن — کوچۂ کوثر نے دھوئی ہے جبینِ یاسمیں

برگِ گل سے تازنیں بوندیں ہیں ایسی ہم کنار — ہو جبینِ ماہ گوں پر جیسے افشانِ زرفروش
پڑھ رہا ہے دم بدم اڑتی گھٹاؤں کا خمار — قطرہ ہائے ابر سے ہیں وادیاں گوہر فروش

کوئلیں پتوں میں ہیں محو نوائے حشر گیں
سوگ میں ڈوبے ہوئے کو کو کے نغمے غم نشیں
قمریاں چھیڑے ہوئے ہیں ساز عریاں فغاں
ایک اونچی شاخ پر شاما پریشاں فغاں

سبزہ پر ہر فضائے ارغواں میں بے قرار
قرمزی چڑیوں میں ہیں اٹکھیلیاں مستانہ وار
سبزیوں میں سیم گوں بوندیں جواہر بیز ہیں
یہ مناظر ہائے گونا گوں شراب انگیز ہیں

سامنے سے جا رہا ہے کوئی نغمہ آفریں
کیف موسیقی سے ہے پیشانیٔ نازک پہ چیں
انگلیوں میں بانسری ہونٹوں پہ نغمے بیقرار
شوخیٔ طفلی سے پاؤں موج وش مستانہ وار

گانے والے میرے دل میں حشر برپا کر دیا
بانسری نے تیری تازہ درد پیدا کر دیا
گانے والے ! میرے سینہ میں کلیجہ ہل گیا
دل کی خاموشی پہ ان نغموں سے نشتر چل گیا

تیری آہیں چشم تر کو اشک خوں رلوا گئیں
مضطرب آہیں میرے جذبات میں تھرا گئیں
تیرے نالے حسرتوں میں کیا قیامت کر گئے
میرے حیات غم میں آبلے سے پڑ گئے

نغمہ توہی سے آنکھیں ہو گئیں خون آفریں
سوز مستقبل سے اف جلنے لگا قلب حزیں
یاد ماضی آہ ہر امید کو تڑپا گئی
پردہ ہائے کالبد میں روح تک تھرا گئی

گانے والے آ ادھر وہ نغمۂ ملت سنا
آ وطن کا راگ گا کر دل کو افسردہ بنا
پھر پریشاں مجھکو کر دے صورت برگ چمن
کھینچ دے آنکھوں میں وہ برباد تصویر وطن

تیرے نغمے خوش رہیں اور خوش رہے دنیا تری | یہ فضائیں واسطے تیرے رہیں جنت فریب
میری حسرت کا تو ظالم کر دیا تو نے لہو | قلب مضطر سے چھڑایا دامن صبر و شکیب

آہ حیا - خاموش ہو کر دیکھ مت صورت مری | میرا حال زار اب اس سے سنبھل سکتا نہیں
نغمہ ماتم نے کر دی غیر اب حالت مری | اب تری خاموشیوں سے دل بہل سکتا نہیں

کب تلک آنسو بہیں برہم ہو گیا کیا سوز غم | روح مضطر آب و گل میں دیکھ اب کب تک رہے
اے جمال مضطرب کب تک حسن الم | شورش جذبات دل میں دیکھ اب کب تک رہے



باب چہارم
گل خانۂ فطرت

بلقیس جمال

فہرست مضامین متعلقہ باب چہارم

برسات کی ایک شام

ہوائے عطر بار میں   فضائے لالہ زار میں
نشیب کوہسار میں   ترنم ہزار میں
درخت سبز رنگ ہیں
نہال شوخ و شنگ ہیں
ہوائیں مست ناز ہیں   فضائیں گل نواز ہیں
طیور نغمہ ساز ہیں   نوائیں دل گداز ہیں
ہیں پھول مست رنگ و بو
چمک رہے ہیں آبجو
ٹپک رہی ہیں بوندیاں   چمک رہی ہیں بتیاں
کہیں صدائے پی کہاں   کہیں ہیں مست قمریاں
عجب فضائیں ہیں حسین
چمن ہے نغمہ آفریں
چمن کی ہر مہک ادا   گلوں کی ہر چٹک ادا
ہوا کی ہر جھپک ادا   صبا کی ہر کھٹک ادا
دلوں میں اک سرور ہے
نظر میں موج نور ہے
سہیلیاں ہیں خوش اثر   چمک رہی ہے ہر نظر
ہیں سرخ پھول زیب بر   دوپٹے سبز دوش پر
لبوں پہ مسکراہٹیں
ہیں آنچلوں میں جامنیں
لچک رہی ہیں ڈالیاں   حسین جھولا ہو رواں
ہوا سے نرم ڈوریاں   مچل رہی ہیں ہر زماں
کھڑی ہیں لڑکیاں مگر
نظر جمی ہے جھولے پر
گروہ ان کا ہے حسیں   ہیں دل کے نغمہ آفریں
صدا ہے ان کی دلنشیں   ہر راگ ان کا نازنیں
کھلیں گے لب تو ساتھ ساتھ
ملیں گے لب تو ساتھ ساتھ
وہ گا رہی ہیں بےخبر   نواح ان کی سادہ تر
صدا ہے انکی خوش اثر   ہر زیر و بم حیا بسر
کبھی فلک سے جا لگیں
کبھی زمیں سے آ لگیں
بلند پینگ جب ہوا   کسی کا قلب ہل گیا
تو رنگ رخ بگڑ گیا   ادھر سے قہقہہ لگا
تو انفعال سے ادھر
زمین کو جھک گئی نظر
کئی جو جھولے میں تھیں   تو ڈوریاں بھی گھس گئیں
ادھر جو ڈوریاں کٹیں   زمیں پہ سب ادھر گریں
گرا جو جھولا زور سے
زباں پہ سب کی ہے "ارے"

سنگم کے راستہ میں

راہ میں سنگم کے ملتے ہیں مجھے جاتے ہوئے
صبح دل افزا میں پنچھی ناز سے گاتے ہوئے

موجۂ بادِ صبا شوخی سے اٹھلاتے ہوئے
سنبلِ تر کے پریشاں بال سلجھاتے ہوئے

سبز کلیوں میں نئی اک روح دوڑاتے ہوئے
نرم پھولوں کو قبائے ناز پہناتے ہوئے

سبزہ زاروں میں گھٹا کالی اداسے کھیلتی
مست بادل جھومتے شوخی سے اٹھلاتے ہوئے

نیچی دیواروں پہ سر رکھے گڑہل کے سرخ پھول
اپنے تیرِ نیم کش سے دل کو تڑپاتے ہوئے

یاسمن کے لب پہ اک موجِ تبسم خندہ بار
نازنیں پھولوں پہ بھونرے ناز سے گاتے ہوئے

ڈالیاں چمپا کی بل کھاتی ہوا کی چھیڑ سے
مست غنچے اخضریں پتوں میں شرماتے ہوئے

ننھے بچے چلتے پھرتے اور ہنستے کھیلتے
پیارے پیارے گیت بھولے راگ میں گاتے ہوئے

سنگریزے پھینک کر پانی میں اٹھلاتے ہوئے
گھر بنا کر ناز سے مٹی کے اتراتے ہوئے

مسکرا کر پیار سے کلیوں کو تڑپاتے ہوئے
اپنے ہنسنے سے کھلے پھولوں کو شرماتے ہوئے

محنتی بوڑھے خمیدہ جوں کماں کپڑے کثیف
سر پہ اپنے گھاس کے گٹھوں کو لیجاتے ہوئے

کاٹتے سبزہ زمیں پر دھان پھیلاتے ہوئے
مفت میں لڑتے ہوئے بچوں پہ چلاتے ہوئے

پیاری پیاری بچیاں جھولا فضا میں جھولتیں
ننھے ننھے بال رخ پر ان کے لہراتے ہوئے

جھونپڑوں میں چکیوں کے ساتھ سے بجتے ہوئے
راگ کے معصوم جھونکے دل کو تڑپاتے ہوئے

خوش ادا ہمجولیاں تالاب پر جاتی ہوئیں
انکے چاندی کے کڑے گاگھر سے ٹکراتے ہوئے

خشتی وہ ساریاں ان کی تموج آفریں
گھونگرو پاؤں میں ان کے حشر برساتے ہوئے

چھوٹے نالوں میں چھالے دلربا اٹھتے ہوئے
ناز سے چلتے ہوئے سو پیچ و خم کھاتے ہوئے

سر جھکائے بھیڑ باہم بے خبر چلتے ہوئے
اک سریلا راگ پیچھے گلہ بان گاتے ہوئے

بازو پھیلائے ہوئے تالاب پہ مرغابیاں جھلملاتے کچھ کنول پانی میں بل کھاتے ہوئے
زرد پتے پاس سے چاروں طرف اڑتے ہوئے
دل کو فانی زندگی کے راز سمجھاتے ہوئے

فضائے حیرت

سحر کی کلیاں لٹی ہوئی ہیں گلوں کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں
حسین تالاب کے کنارے حسین پریاں کھڑی ہوئی ہیں
بزیرِ شاخِ گلِ شگفتہ میں صورتِ شمع چپ کھڑی ہوں

فضا میں کوئل کی اک صدا ہے تمام جنگل لرز رہا ہے
حسین دنیا کی رہنے والی حسین فضاؤں میں نغمہ زا ہے
میں مثلِ اک غنچۂ فسردہ نوائے تصویر بن رہی ہوں

یہ کون منظر ہے پیشِ دنیا یہ کیسی دنیا ہے حسن آرا
یہ کیا تماشا سا ہو رہا ہے یہ کیسے منظر ہیں جلوہ آرا
میں دل میں تصویر کھینچتی ہوں نگاہِ حیرت سے دیکھتی ہوں

یہ کیا ہے اے میری چشمِ حیراں ہے کیا تماشا رخِ گلستاں
میں کیا کروں اس مصوری کو عجب ہے الجھن مجھے ہی غلطاں
ادھر ادھر کو جو دیکھتی ہوں حسین طائر ہیں زمزمہ زا

وہ ان کا گانا بصد مسرت یہ کیوں نوا ہے نوائے عشرت
یہ ان کے نغمے ربابِ جنت ہیں صورتِ شمع محوِ حیرت

الٰہی اس مشت پر میں چھپکر ادا سے یہ کون گا رہا ہے

کہ دل پہ چوٹیں لگا رہا ہے جگر میں ٹیسیں اٹھا رہا ہے

فضا میں نغمے لٹا رہا ہے مجھے پریشاں بنا رہا ہے

یہ میں دیوار چپ کھڑی ہوں یہ کون گاتا ہے اس ادا سے

فضا میں نغموں کی یہ نزاکت یہ پھول چن کر ہوں محو حیرت

میں کیا کروں زمزموں کا یارب یہ ہے تعجب یہ ہی ہے حیرت

جمال حیران و پر تحیر ہے حسن دنیا فضائے حیرت



مرغِ آبی

آہ اے مرغِ آب اے پروردۂ آغوشِ موج — برقِ حسنِ آبشار و نورِ چشمِ آبجو
نغمۂ رنگینِ دریا بلبلِ خاموشِ موج — قلب کو تیری تمنا دل کو تیری آرزو

صبح کا منظر سہانا دلکش و نزہت فروش — ہر طرف لہرا رہا ہے سبزۂ رنگین مرغزار
گل بدامن ہیں ہوائیں گلستاں ہے گل بدوش — نور کی موجیں سی بھرتی ہیں فضائیں بیقرار

ہے زمیں سبزہ بدامن آسماں ہے نور پوش — دید کے قابل ہے موجوں کا حسین جوشِ نمو
وادیاں نمناک ہیں صحنِ چمن شبنم فروش — اڑ رہے ہیں طائرِ رنگین نوا ہر چار سو

اک سریلا راگ موجیں گا رہی ہیں ناز سے — غوطہ زن ہیں مچھلیاں محوِ ترنم ہیں حباب
ہے کرن سورج کی رقصاں سحر زا اعجاز سے — مضطرب ہر لہر ہے ہر موج میں ہے التہاب

یہ سماں نزہت فروش و یہ چمن رشکِ جناں — بلبلوں کی یہ صدائیں اور یہ شورِ آبشار
کوکتی ہیں کوئلیں محوِ ترنم قمریاں — آہ یہ صحرا کا عالم اُف یہ جنگل کی بہار

کنجِ عزلت تیرا اس عالم میں ہے دامانِ جو — چشمۂ سیمیں کے نیچے قطرہ ہائے آب ہیں
پر سمیٹے سر جھکائے بے خبر بیٹھی ہے تو — کھیلتی ہیں تجھ سے لہریں چشمہ پایاب ہیں

یہ تیری نیچی نگاہیں یہ تیرا زریں لباس
رُل رہی ہیں بوندیاں تیرے پروں پر بار بار
گرد تیرے مچھلیاں مرغ آبیاں ہیں آس پاس
کر رہی ہے چھیڑ تیری زلف سے باد بہار

تیرے بازو چومتی ہیں آ کے لہریں بار بار
صبح کی رنگین ہوائیں محو تزئین جمال
ہے کرن خورشید کی رخسار تاباں پر نثار
تجھ پہ کیا آنے کو ہے کچھ یہ بھی ہے تجھ کو خیال

ہے شکاری تاک میں تیری سحر سے آہ آہ
مضطرب پیچھے درختوں کے ہے محو انتظار
تیری ہر حرکت پہ ہے بیدرد ظالم کی نگاہ
تو ہوئی محو تماشا اور نشانہ دل کے پار

آہ اے قلب حزیں یہ کیا ہے تیرے سامنے
اُف یہ کیسا ہے نظارہ سین کیا دلدوز ہے
دکھ گئیں آنکھیں دھڑکتا ہے کلیجہ زور سے
منظر نیرنگ دنیا کس قدر جاں سوز ہے

قلب ساکت ہو گیا سب آرزوئیں رک رہیں
اشک افشاں آنکھ ہے اور خوں بدامن ہے نگاہ
آنسوؤں کی تازہ لڑیاں تا بہ مژگاں رہ گئیں
آہ اے مرغاب اے مقتول حسرت آہ آہ

سامنے میرے رکھا ہے طشت لبریز لہو
بوٹیاں کاٹی ہوئی سی پارہ ہے قلب و جگر
آرہی ہے خون دل سے گلشن ایراں کی بو
آنکھ حسرت خیز یاس آمیز ہے نیچی نظر

حسرتیں پامال ہیں یہ نالاں نامرادی نوحہ زن
دل کے سب ٹکڑے جدا ہیں پارہ پارہ ہے جگر
زخمہائے دل ہیں نیرنگ جہاں پہ خندہ زن
خود غرض دنیا بتا دے کچھ تجھے بھی ہے خبر

دیکھتی ہوں تیری جانب سر جھکائے پاس سے — حسرتیں ہیں دل میں مضطر آہ ہی لب کے قریب
دو گھڑی کے لطف کو کیا کیا ستم تجھ پر ہوئے — تجھ سے بڑھ کر بھی زمانہ میں ہے کوئی بدنصیب

خوں چکاں ہے آہ سوزاں رہ گیا ہے میرا دل — میری آنکھیں ہیں تیری غمگین نظروں پر نثار
پڑ رہی ہے یاس سے تجھ پر نگاہ منفعل — مضطرب دل قلب غمگیں اور جگر ہے بیقرار

آہ اے مرغاب تو دنیا میں اب گرچہ نہیں — ہیں ترے انفاس آخر محو حسرت آہ آہ
حسرتیں تیری اگرچہ ساتھ تیرے مٹ گئیں — خونچکاں غم میں رہیں گے تیرے یہ شام و پگاہ

روئیں گی تیرے لئے تا حشر آنکھیں اوس کی — یہ گل خنداں رہیں گے چاک دل خونیں قبا
خون روئے گی جمال مضطرب کی بیخودی — عالم ترکیب بن جائے گا اک ماتم سرا

کوئل کی پہلی آواز

رات کا پچھلا پہر یہ شبنمی تاروں کا نور
اوس کے باریک قطرے اشکِ چشمِ نازِ حور
چاندنی کا آخری ہلکا سا پرتو نورِ بار
ہلکی ہلکی سی سفیدی کے نشاں کچھ آشکار
ہر طرف خاموش عالم ہر طرف کامل سکوت
کر رہا ہے طے سکوں سے آخری منزل سکوت
سبز پتے سرنگوں خاموش سر ڈالے ہوئے
عکس ہیں پیڑوں کے یا دھبے خیالِ قلب کے
نور چھن چھن کر فضائے چرخ سے سمت زمین
چپکے چپکے کر رہا ہے بارشِ سیم آفریں۔
مطلع انوار ہے یعنی جبینِ آسماں
کچھ سفیدی کچھ سیاہی بادلوں کا ساماں
چپکے چپکے وہ شگوفوں کے چٹکنے کی ادا
تھا ابھی غنچہ ابھی کھل کر کٹورا بن گیا
نیم بازی نازنیں پھولوں کی بھیگی سی فضا
رات کا ساکن دھندلکا اوس میں ڈوبا ہوا
سوتے سوتے یعنی ایک دم آنکھ جو میری کھلی
تھی فضا خاموش ساکت "شب دلہن" کی تھی کلی

چپ نگوں سر چاند و خاموش گلہائے گلاب
انکھڑیاں راہبیل اور بیلے کی محو حسن خواب
نغمۂ کوئل سے اتنے میں سماعت کھنچ گئی
موسم گل میں یہ پہلی بار تھی نغمہ زنی
دل کی ساکت رگ میں حشر بیخودی پیدا ہوا
کوک میں کوئل کی قلب مرتعش کھنچنے لگا
آہ میں کوئل کی اک تازہ پیام غم نصیب۔
چپکے چپکے آگیا میری سماعت کے قریب
ملگجا سا نور کا تڑکا وہ دھندلی سی فضا
اور وہ کچھ دور پر کوئل کی غم افزا صدا
یاس افزا زندگی کے گیت پھر گانے لگی
آہ پھر اپریل میں کوئل نظر آنے لگی
پھر وہی میں اور وہی کوئل کی غمگین داستاں
قلب شاعر کے لئے یارب ہیں کتنی سختیاں
رات کے پچھلے پہر میں اے جمال غم نشیں
پھر وہی میں اور وہی میرے خیالات حزیں



جمنا الہ آباد میں

نازنین لہروں کے آئینے سے چمکاتی ہوئی — رودِ جمنا آ رہی ہے پیچ و خم کھاتی ہوئی
نرم و نازک شوخ ہچکولوں میں اٹھلاتی ہوئی — جا رہی ہے چھیڑتی سبزہ کو لہراتی ہوئی
کچھ لجاتی کچھ لچکتی سمٹی سمٹاتی ہوئی — ہر قدم پر ناز پنہائی سے بل کھاتی ہوئی
ہلکا ہلکا صبح کا نازک دھندلکا ہے رواں — سیم گوں موجیں ہیں اس شوخی سے بل کھاتی ہوئی
چمکیاں تاروں کی ڈگمگ ہو رہی ہیں موج میں — دھندلی دھندلی چاندنی پانی میں لہراتی ہوئی
پرتوِ گلہائے رنگیں ہے نزاکت آفریں — گنگا جمنی دھاریاں لہروں میں اٹھلاتی ہوئی
قطرۂ شبنم پرو کر کس نے لڑیاں گوندھ دیں — کوثرِ فردوس میں لہریں ہیں لہراتی ہوئی
جھلملاتے موتیوں کا ایک دریا ہے رواں — بجلیاں لہروں کی ہیں جمنا کو چمکاتی ہوئی
چوٹیاں کوہسار کی شاید ڈھکی ہیں برف سے — کوٹتی بلور جمنا پھرتی ہے گاتی ہوئی
ہلکے ہلکے شوخ نغمے زیر و بم کھلتے ہوئے — بانسری نازک ہوا کی راگنی گاتی ہوئی
سادہ دل ملاح اپنی ڈونگیاں ہیں کھیتے — ہلکی ہلکی کشتیاں موجوں میں تھراتی ہوئی
نیلوفر کی مست کلیاں اوس میں بھیگی ہوئی — صاف اور شفاف پانی میں جھلک جاتی ہوئی
مرتفع پانی کی یہ سیمیں فضا بلور سی — بہکی بہکی یہ ہوائیں دل کو بہکاتی ہوئی

(۲)

اک کنارے بھولی بھالی لڑکیاں گاگر لئے — حسنِ حورانہ سے ہیں منظر کو شرماتی ہوئی
گلشنِ فردوس سے حوروں کا جھرمٹ آگیا — ہرنیاں جنگل کی ہیں آنکھوں کو بہکاتی ہوئی
سادہ سادہ ہر ادا میں سادگی بچپن کی ہے — بھولی بھولی ہر نظر جمنا میں لہراتی ہوئی
وہ لچکتی انگلیاں پانی سے کرتیں چھیڑ چھاڑ — وہ گلابی "کہنیاں" ہر وقت بل کھاتی ہوئی

ان کے وہ بلور سے پہونچے وہ دہانی چوڑیاں
ابرویں خم دار انگلی پیچ و خم کھاتی ہوئی

ململی سی ساریاں سب غسل کی پہنی ہوئے
خشتی سی چاندنی پھولوں پہ لہراتی ہوئی

کوئی چلکے سے کسی پر پھینکتی دو بوندیاں
چونک کر وہ سر اٹھاتی اپنا گھبراتی ہوئی

ہنس کے اپنا پورا گاگر اس کے اوپر ڈالتی
اور پہلی "ہائے رے" کہہ کر اچھل جاتی ہوئی

کھیل کر پانی میں گھٹنوں سب نکلتیں ناز سے
ہلکے ہلکے نرم قدموں میں لچک کھاتی ہوئی

گیلی گیلی ساریاں ہیں جسم کو لپٹی ہوئی
ساریوں کی سلوٹیں بوندیں سی ٹپکاتی ہوئی

ہے کسی کے گال پر بالوں کی اک لٹ جمی
اور کسی ماتھے پہ ننھی زلف لہراتی ہوئی

ریت پر وہ ننگے پاؤں ان کے وہ گیلے نشان
وہ ٹپکتی بوندیاں موتی سے برساتی ہوئی

جلدی جلدی ساریاں تبدیل سب کرنے لگیں
پیاری پیاری انگلیاں ہیں پیچ و خم کھاتی ہوئی

گیلی گیلی ساریاں جن کر نچوڑیں اس طرح
پھلجھڑی جیسے ہو رنگین پھول برساتی ہوئی

قطرہ ہائے آب ٹپکے اور ستارے بن گئے
سطر پر دیں ٹوٹ آئی نور برساتی ہوئی

یا جبین خاک پر شبنم نے یہ افشاں چنی
ریت پر یا اوس ہو موتی سی بکھراتی ہوئی

گیلے گیلے بال پھر سب نے نچوڑے اس طرح
جس طرح ہو رات کالی اشک ٹپکاتی ہوئی

جلدی جلدی لگریاں پھر اپنی سب بھرنے لگیں
پھول سے گالوں پہ کچھ لٹیں ہیں لہراتی ہوئی

لیکے گاگر پھر قدم سب سے اٹھائے اس طرح
جس طرح فردوس کی حوریں ہوں اٹھلاتی ہوئی

گنگا جمنی ساریاں قوس قزح دکھلا گئیں
جس طرح رنگین شفق ہو رنگ پھیلاتی ہوئی

اڑ گئیں جنت کی پریاں آن واحد میں جمال
رہ گئی سنسان جمنا ٹھوکریں کھاتی ہوئی

نوجوان بیوہ

اداس و خستہ ملول و غمگین
سر اشک پرخوں نگاہ خونیں
نہ سرخ پاؤں نہ دست رنگیں
نہ چشم مے گوں نہ زلف مشکیں

نہ لب پہ خندہ نہ قلب خنداں
نہ رخ پہ غازہ نہ چشم رقصاں
نہ شوخ جلوہ نہ حسن ورزاں
دھلا نہ کپڑا چنی نہ افشاں

گندھی نہ چوٹی نہ سر پہ جھومر
جڑے ہیں موتی نہ گیسوؤں پر
نہ مانگ نکلی نہ زلف کافر
نہ آنکھ بجلی نہ ہونٹ احمر

نہ سلک دنداں سواد اختر
نہ چشم حیراں شرار پیکر
نہ زلف پیچاں شمیم ور بر
نہ روئے تاباں فروغ منظر

نہ ماہ ابرو ھلال آرا
نہ بوئے گیسو شمیم افزا
نہ چشم جادو نگاہ شہلا
مژہ میں آنسو کا ایک قطرہ

نہ کوئی چوڑی کلائیوں میں
کوئی انگوٹھی نہ انگلیوں میں
نہ سرمہ گینی ہے انکھڑیوں میں
نظر ہے ڈوبی اداسیوں میں

نہ پھول پہنے گلوئے سیمیں
نہ پان کھائے نہ ہونٹ رنگیں
نہ مسکرائے نہ لب ہیں پرویں
جگر میں شعلے نگاہ غمگیں

نظر میں قطرے چمک رہے ہیں

گلے میں نالے   اٹک رہے ہیں
لبوں پہ شعلے   بھڑک رہے ہیں
جگر میں چھالے   کھٹک رہے ہیں

گھٹی ہیں آہیں   چبھے ہیں نشتر
جھکی ہیں نظریں   جھکا ہوا سر
نہ اشک ٹپکیں   نہ ہے مژہ تر
مگر ہیں ٹیسیں   جگر کے اندر

کسے سنائے   کہانی غم
کسے دکھائے   یہ چشم پُرنم
کسے بنائے   انیس و ہمدم
کہاں سے لائے   حبیب و محرم

نہ کوئی ڈالے   نگاہ مضطر
نہ کوئی پوچھے   ہے کیوں نگوں سر
نہ کوئی دیکھے   ہے چشم کیوں تر
نہ کوئی پونچھے   یہ اشک آکر

نہ کوئی محرم   ہے حالِ دل کا
بھلا کسے غم   ملالِ دل کا

نہ کوئی ہمدم   خیالِ دل کا
نہ کوئی ماتم   وبالِ دل کا

جوان بیوہ   یہ حالِ عسرت
نگاہ بینا   بے اشک حسرت
یہ حال تیرا   پیامِ عبرت
ہو دل میں پیدا   نہ کیوں حرارت

دکھائے تو نے   عجیب منظر
جگر میں میرے   لگائے نشتر
لگائے چرکے   دلِ حزیں پر
نظر سے ٹپکے   الم کے گوہر

لبوں میں نالہ   مچل رہا ہے
جگر میں شعلہ   بھڑک اٹھا ہے
لہو کا قطرہ   سراشک زا ہے
دل جمالہؔ   تڑپ گیا ہے

زیب النساء پھلجھڑی چھوڑ رہی ہے

سکوتِ شب کی خموش دیوی فضاؤں میں مسکرا رہی ہے
تبسمِ کیف آفریں سے فلک پہ تارے لٹا رہی ہے
حسینِ شبنم کے نرم قطرے ٹپک ٹپک کر ڈھلک رہے ہیں
خموش راتوں کی مست رانی سپید موتی لٹا رہی ہے
فضا کی خاموش زندگانی حسین چھینٹوں میں ڈھل رہی ہے
گلوں کی شفاف مسکراہٹ لطیف سرخی میں گھل رہی ہے
دھلی ہوئی چاندنی کے پرتو میں عکسِ صد برق طور گویا
ہنسے ہوئے مست ناز تارے تجلیٔ رنگ نور گویا
کھلے ہوئے سرخ و شوخ غنچے ہوئے ہیں مست غرورِ الفت
ٹپک رہی فضا میں شبنم برس رہا ہے بلور گویا
یہ رات کا دلفریب منظر نظر کو بے خود بنا رہا ہے
خموش دل کے لطیف جذبے نئی ادا سے جگا رہا ہے
ہر اک کلی چاندنی کی موجوں میں مست ہو کر نہا رہی ہے
فلک کی سیمیں جبیں حسینہ شرابِ کوثر بہا رہی ہے
سپید و براق چاندنی میں کھلے ہوئے ہیں حسین نرگس
چمن کی مستانہ انکھڑیوں کو حسینۂ شب جگا رہی ہے
ہوا کے جھونکوں میں عطرِ جنت کہاں سے کھنچ کھنچ کے آ رہا ہے
گلوں کی خوشبو کا ہر جھکولا بہارِ فردوس لا رہا ہے

حسین گلشن کی عطر بیزی سپید غنچوں میں ڈھل رہی ہے
ہر ایک پتے پہ چاندنی کی شعاع کروٹ بدل رہی ہے
لہک رہا ہے خموش سبزہ بچھا ہوا فرش مخملیں ہے
بہار جنت کی نغمہ ریزی خموش شب میں پگھل رہی ہے
حسین چشمے کی ہر سپیدی میں رنگ کوثر جھلک رہا ہے
کہ شیشہ آب گوں کی تہ میں قمر کا پر تو ڈھلک رہا ہے
چمن میں بکھری پڑی ہیں کیسی بہار کی دلنشیں ادائیں
یہ ساز کی نغمہ ریز تانیں یہ راگ کی رس بھری صدائیں
حسین و نازک مغنیہ کی ہر ایک ٹھوکر میں رقص پنہاں
یہ بزم شیریں کا کیف سادہ خوشی کی یہ دلنشیں ادائیں
چمن معطر، فضا معنبر، ہوا میں یہ راگ عیش و عشرت
وہ تین محبوب گائنوں کا سرین ملانا بصد مسرت
وہ کرسی زر بدوش یعنی جسے چمن کا نکھار کہئے
وہ پیاری صورت وہ نازنینہ جسے کہ "زیب بہار" کہئے
وہ شاہزادی عفیف و رعنا جسے دلِ لالہ زار "کہئے
وہ "زیب نسواں" وہ فخر شاہان حسین جس کو نگار کہئے
خدایا یہ سطر کہکشانی کسی نے شاید بکھیر دی ہے
چمن میں ہیں یہ سہیلیاں یا سپید موتی کی اک لڑی ہے
حسین ہاتھوں میں پھلجھڑی کا سماں نرالا بندھا ہوا ہے
برس رہے ہیں گلِ شگفتہ نیا چمن ایک کھلا ہوا ہے
یہ پھلجھڑی چھٹ رہی ہے یا رب کہ تارے اوپر سے گر رہے ہیں

گلوں کی بارش برس رہی ہے سہانا اک ایک منظر ہے
یہ پھلجھڑی کھل رہی ہے یارب کہ سطر پروین بکھر رہی ہے
چمکتے شفاف بام و در پہ نرالے پرتو کی جھلملی ہے
لبوں میں الفت کا اک تبسم سے نئے شگوفے بنا رہا ہے
کسی سہیلی کا شوخ آنچل ڈھلک کے شانے پہ آ رہا ہے
وہ شاہزادی کا دستِ نازک لطیف و معصوم سادگی میں
عجب انداز دلنشیں میں نرالے غنچے لٹا رہا ہے
بہار قدموں کے جس کے نیچے خموش و چپ چاپ سے رہی ہے
وہ حور دنیا نزاکتوں میں نئے شگوفے پرو رہی ہے
عجیب شانیں ہیں سادگی کی عجب آئیں ہیں زندگی کی
عجب بہاریں ہیں دلبری کی کسی کی قلبی شگفتگی کی
وہ شاہزادی کا طرز نازک نظر کو مدہوش کر رہا ہے
عجیب عالم ہے میرے دل کا عجیب حالت ہے بیخودی کی
بہار ششدر، چمن میں تحیر عجیب سکتے میں آسماں ہے
جمالؔ حیران در پہ تحیر یہ کیسا نادر سماں یہاں ہے



گلّہ بان لڑکی

موسمِ برسات رنگین کیف وقت شام ہے
ہر کلی پیمانۂ کوثر کا لیے جام ہے

ڈوبتے سورج کی کرنیں لوٹ کر تالاب میں
کھیلتی ہیں سرخ مچھلی بن کے سطحِ آب میں

چھپ رہا ہے یعنی سورج جھاڑیوں کی چھاؤں میں
لمحہ لمحہ میں سرکتا جا رہا ہے آڑ میں

ہے شفق کا عکسِ رنگِ شام پر چھایا ہوا
دامنِ تالاب پر رنگِ حنا آیا ہوا

کوکتی ہے ایک کوئل سبز پیپل میں نہاں
کوک میں ظالم کی پنہاں ہے نرالی داستاں

آسمان پر بادلوں کی لغزشیں ہیں دلنشیں
ابر کے ٹکڑے ہیں مصروفِ خرامِ نازنیں

جھونپڑوں سے ایک ہلکا سا دھواں اٹھتا ہوا
اونچے میناروں پہ دھندلا شام کے گھٹتا ہوا

صاف اور شفاف سڑکیں ہو گئی ہیں پر رنگ
وادیوں میں طائروں کے جھمگٹے ہیں شوخ و شنگ

یہ سماں فردوس پرور یہ نمودِ زندگی
شام کی کیفیتوں میں ہلکی ہلکی روشنی

ہر کلی پر سادگی کا ایک عالم چھا گیا
الغرض برسات نے منظر یہ جادو کر دیا

اس حسین دنیا میں اس وقت حسن گردش میں
اس سماں میں اس اچھوتے منظر گل پوش میں

اس نرالی تازگی میں اس فضائے ناز میں
اس سڑک کی نزہتوں میں اس نئے انداز میں

گلہ بان لڑکی پسِ گلہ ہے اٹھلاتی ہوئی
دھیمی آوازوں میں نازک گیت اک گاتی ہوئی

آ رہی ہے بے خبر مسرور شوخ و خوش خرام
اور دن بھر کی تھکن سے ہے زردی رخ کا پیام

اس کی چتون سے برستی ہے غضب کی سادگی
اس کی آنکھوں سے ٹپکتی ہے بلا کی روشنی

اس کا ہر انداز بھولا ہے عجب انداز سے
اسکا ہر جذبہ ہے سادہ اک نئے اعجاز سے

محنت روزانہ عکس زندگی ہے ہر نظر
اس کی ناداری و عسرت ہر قدم پر جلوہ گر

خدمت قومی کی رنگینی لبوں سے ہے عیاں
آبروئے ملک و ملت اس کے جذبوں میں نہاں

لغزش رفتار ہے اس کی وطن کی زندگی | شوخی گفتار اسکی قوم کی ہے تازگی
دست نازک رات دن سرگرم کار قوم ہو | پاؤں کا ہر آبلہ یعنی نثار قوم ہے
ہر گھڑی مصروف محنت ہر گھڑی سرگرم کار | ہو گیا ہر لمحہ محو خدمت ملک نزار

گلہ بان لڑکی کی یہ وسعت نگاہی دیکھنا
اس کی ہر بھولی نظر میں خوش ادائی دیکھنا

دریا کے کنارے

پانی بہتا چلتا ہے
کچھ دکھ سہتا چلتا ہے

سناٹا سا کچھ چھایا ہے
پانی کچھ مرجھایا ہے

لہریں ہیں کچھ میلی میلی
موجیں ہیں کچھ پھیلی پھیلی

تارے جھک جھک پڑتے ہیں
پتے چپ چپ جھڑتے ہیں

ابر کے ٹکڑے اڑتے ہیں
کٹتے ہیں پھر جڑتے ہیں

تارے جھم جھم ہوتے ہیں
طائر چپکے سوتے ہیں

شاخیں سر بگریباں ہیں
بالکل چپ اور حیراں ہیں

چاند بھی ہے کچھ کھویا کھویا
کچھ جاگا سا کچھ سویا سویا

ابر میں چھپ چھپ جاتا ہے
ہر تارے کو چمکاتا ہے

کچھ بہکا بہکا چلتا ہے
پانی میں بھٹکتا چلتا ہے

شبنم "پٹ پٹ" روتی ہے
جو آنسو ہے وہ موتی ہے

جنگل چپکا سوتا ہے
منظر پر سناٹا ہے

ہر پتہ میں خاموشی ہے
ہر کونپل میں بے ہوشی ہے

ہر ذرہ چپ ہر قطرہ چپ ہے
افلاک کا اک اک تارا چپ ہے

سب گلہائے ریحاں چپ ہیں
چمپا کی سب کلیاں چپ ہیں

دریا کی سب موجیں چپ ہیں
بل کھانے والی لہریں چپ ہیں

سوتی ہر گلوں میں چپ خوشبو
جھل مل ہوتے ہیں جگنو

چلتی ہے ہوا کچھ دھیمے دھیمے
پھولوں کی فضا میں چپکے چپکے

ملکے ملکے گیت سناتی
رک رک کر اک تان لگاتی
بھیگے بھیگے پھول رسیلے
چپکے چپکے ہیں کچھ ہنستے
یہ خاموشی اور سناٹا
اور یہ ساکت موج دریا
ان آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں
اس دنیا کا ہر ذرہ دیکھوں
یارب یہ سب منظر کیا ہیں
صحرا کیا ہیں گھر، در کیا ہیں
خاموشی کیا؟ سناٹا کیا ہے؟
آدھی رات کا دریا کیا ہے!
یہ سب کیوں ہے یہ سب کیا ہے؟
خود میں کیا ہوں؟ جمالہ کیا ہے؟



محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار — پتہ:- منیجر عصمت دہلی

فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کے لاجواب

افسانوں کا شاندار مجموعہ

گلستان خاتون

جس میں شہید ظلم، آرزوئے پر قربانی، انقلاب زمانہ، تربیت اولاد، طرز زندگی، سچ کی فتح، دوسری شادی وغیرہ وغیرہ۔ محترمہ خاتون اکرم کے وہ سبق آموز، موثر اور دردانگیز افسانے ہیں۔ جو نسوانی دنیا میں غیر فانی وجود رکھتے ہیں جن کی وجہ سے زنانہ رسالوں کے خریداروں میں سینکڑوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ اردو میں نہیں چھپا ہندوستانی خواتین گلستان خاتون پر جتنا فخر کریں کم ہے ہر افسانہ ہماری معاشرت کی تصویر ہے۔ کہیں ہنسی آتی ہے کہیں آنسو نکلتے ہیں۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی واقعہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے مطابق ہیں ان کی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کرتی ہے۔ اخبار ریاست کی رائے ہے۔ نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے رہنما لکھتا ہے،، یہ افسانے نہایت دلچسپ موثر انداز میں لکھے ہیں اور ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ ذوالقرنین لکھتا ہے ان میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اس میں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے ہر افسانہ روزانہ کام آنے والی مفید و نتیجہ خیز باتوں کا حامل ہے آرٹ کاغذ پر خوبصورت چھپا ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

منیجر عصمت دہلی

بچھڑی بیٹی

نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اس کی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد جب لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کے افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے آرٹ کاغذ پر چھپا ہے۔ قیمت ۶/

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رسالے
جنہیں مسٹر رازق الخیری ایڈیٹ کرتے ہیں

عصمت دہلی

ہندوستان بھر کے تمام زنانہ اخبارات و رسائل میں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ چھپنے والا مشہور و معروف باتصویر ماہوار رسالہ جو ۲۵ سال سے کامیابی کے ساتھ جاری ہے عصمت تمام اردو رسالوں سے زیادہ تصاویر اور ملک کی بہترین لکھنے والی خواتین کے اعلیٰ درجے کے مضامین ۸۰ صفحوں پر ہر ماہ شائع کرتا ہے عصمت ہی وہ رسالہ ہے جو صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے شریف بیگمات کیلئے ہندوستان کا چوٹی کا رسالہ سمجھا جاتا ہے۔

سالانہ چندہ ۔ قسم اول پانچ روپے دوم معمولی [illegible]

بنات دہلی

مسلمان بچیوں کے لئے نہایت مفید اور دلچسپ رسالہ جس کی زبان اتنی آسان ہوتی ہے کہ دس گیارہ برس کی بچیاں بھی سمجھ سکیں۔ نہایت دلچسپ کہانیاں اور مفید مضامین ہر ماہ شائع کئے جاتے ہیں۔ بچیاں بڑے شوق سے بنات کا مطالعہ کرتی ہیں۔

عصمت کے علاوہ صرف یہی پرچہ ہے جس میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ ہر ماہ بیش بہا مضامین تحریر فرماتے ہیں۔

بنات کا مقصد مسلمان بچیوں میں مذہبیت پیدا کرتا ہے اور تربیت گاہ بنات جیسی مفید درسگاہ کی امداد۔ اس لئے ہر مسلمان کو یہ رسالہ خریدنا چاہیے۔

چندہ سالانہ بھی اس قدر کم کہ غریب سے غریب مسلمان خرید سکیں یعنی صرف ایک روپیہ بارہ آنے بذریعہ منی آرڈر۔ اس قدر سستا زنانہ پرچہ کہیں نہیں مل سکتا۔

منیجر عصمت و بنات کوچہ چیلان دہلی